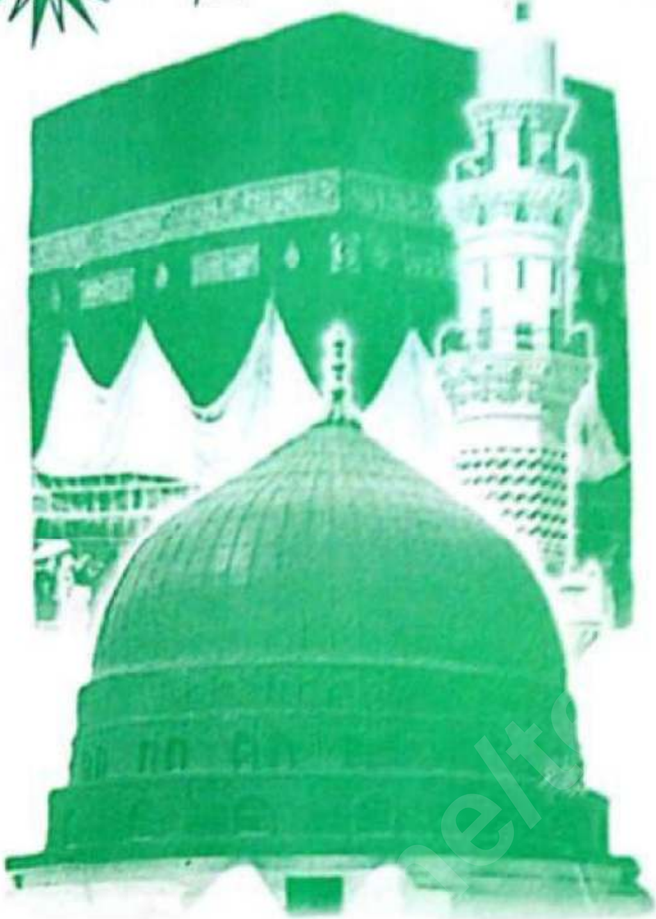


بلغ العلیٰ بکمالہ
کشف الدجیٰ بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ
صلوا علیہ وآلہ

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم تحقیقی جائزہ

مفتی سید محمد ریحان حسین شاہ الہاشمی نعیمی چشتی قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

تحقیقی جائزہ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

خادمِ دینِ مصطفیٰ مفتی سید محمد ریحان حسین شاہ الہاشمی نعیمی چشتی قادری

برائے رابطہ: 0310-5160751,0346-2196158

فہرست

عرض مصنف

میلاد کے موضوع پر بکثرت قدیم وجدید دور کے علماءِ کرام نے بہت تحریر فرمایا اور ان میں سے تقریباً ہر عالم دین کی کتب دستیاب بھی ہی ہیں۔ اس موضوع پر لکھنے کا مقصد صرف اور صرف یہ تھا کہ جن عاشقین محبین علماء نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں نذرانہ عقیدت پیش کیا ہے ان میں رسول اللہ ﷺ کے اس حقیر کمترین امتی کا بھی نام آجائے اور یہ ایک کوشش ہے کہ ہاتھ پاؤں چلائے تاکہ ان پیارے آقا، مولا، ملجا، ماویٰ، شفیع المذنبین، رحمت العالمین کی نظر کرم ہو جائے اور اس عاصی وخاطی کے خرمنِ عصیاں پہ نظر فرما کر شفاعت فرما دیں۔ اس کتاب میں رسول اللہ ﷺ کی تاریخ ولادت، وصال اور جشن میلاد منانے پر آیات واحادیث سے استدلال، رسول اللہ ﷺ کا اللہ تعالیٰ کی نعمت عظمیٰ ہونا، رسول اللہ ﷺ کے وصال پر غم نہ کرنے پر اعتراض کا جواب، یوم ولادت کو عید کہنے کا جواز، جشن میلاد، محافل میلاد کا بدعت نہ ہونا، اور مخالفین کی اپنی محافل جلسوں اور جلوسوں کا ان کے اپنے ہی فتوؤں کی زد میں ہونا، بادشاہ ابو سعید مظفر پر محفل میلاد کے موجد ہونے کے غلط بیانات کا محاسبہ، اور ہمیشہ سے اہلِ اسلام کا قرون ثلاثہ کے بعد سے میلاد النبی منانا، کے متعلق لکھا گیا ہے۔ یہ میلاد شریف سے متعلق پہلا حصہ ہے ان شاء اللہ اس موضوع پر دوسرا حصہ بھی تحریر کیا جائے گا، اللہ کریم سے اس کے پیارے حبیب مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ مجھے اس میں ثابت قدم رکھے، زندہ رہوں تو اسلام پر اور جان نکلے مصطفیٰ کریم ﷺ کے نام پر!۔

آمین بجاہ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

رسول اللہ ﷺ کی تاریخ وفات

رسول اللہ ﷺ کی وفات ربیع الاول میں پیر کے دن ہوئی اسپر اتفاق ہے، لیکن تاریخ وفات میں اختلاف ہے بعض نے بارہ ربیع الاول اور بعض نے یکم یا دو ربیع الاول تاریخ وفات قرار دی ہے، جبکہ تحقیق یہ ہے کہ بارہ ربیع الاول تاریخ وفات نہیں بلکہ یکم یا دو ربیع الاول تاریخ وفات ہے، دلائل ملاحظہ فرمائیں

علامہ ابو بکر بن حسین بیہقی

حضرت محمد بن قیس المدنی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ۱۹ صفر بروز بدھ ۱۱ ھجری کی سخت بیمار ہوئے اس وقت آپ ﷺ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے آپ ﷺ کی ازواج وہیں جمع ہو گئیں، آپ ﷺ تیرہ روز بیمار رہے اور دو ربیع الاول ۱۱ ھجری پیر کے دن انتقال فرما گئے (دلائل النبوۃ، ج ۷، ص ۲۳۵)

امام محمد بن سعد

رسول اللہ ﷺ کی بیماری کی ابتدا ۱۹ صفر بروز بدھ ۱۱ ھجری کو ہوئی آپ ﷺ تیرہ دن بیمار رہے اور دو ربیع الاول ۱۱ ھجری کو انتقال فرما گئے (طبقات الکبریٰ، ج ۲، ص ۲۰۸، ۲۰۹)

امام محمد بن سعد نے بارہ تاریخ وفات کے علاوہ بھی اقوال نقل فرمائے ہیں، لیکن امام ابن سعد نے ترجیح دو تاریخ کو دی ہے آگے اس کا بیان آئے گا۔

(الاشارۃ الی سیرۃ المصطفیٰ، ص ۳۵)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری

فرماتے ہیں ایک قول کے مطابق آپ ﷺ پیر کے دن دو ربیع الاول کو انتقال فرما گئے

(مرقاۃ شرح مشکوۃ، ج ۱۱، ص ۲۳۸)

علامہ برہان الدین حلبی

لکھتے ہیں علامہ خوارزمی نے کہا رسول اللہ ﷺ یکم ربیع الاول کو فوت ہوئے۔

(سیرتِ حلبیہ، ج ۳، ۴۷۳)

حافظ ابنِ حجر عسقلانی

لکھتے ہیں ابو مخنف اور کلبی نے فرمایا آپ ﷺ کی وفات دو ربیع الاول کو ہوئی اسی کو علامہ سہیلی نے ترجیح دی، اور موسیٰ بن عقبہ، امام لیث، امام خوارزمی اور ابنِ زبیر نے فرمایا آپ ﷺ کی وفات یکم ربیع الاول کے دن ہوئی بعض دوسروں کی غلطی کی وجہ یہ ہے کہ ثانی کو ثانی عشر خیال کرلیا، اور پھر بعض نے بعض کی اس تاریخ کے معاملے میں پیروی شروع کردی (فتح الباری، ج ۸، ص ۴۷۴، ۴۷۳)

محقق علی الاطلاق شاہ عبدالحق محدثِ دہلوی

فرماتے ہیں آپ ﷺ دو ربیع الاول پیر کے دن فوت ہوئے۔ (اشعۃ اللمعات، ج ۴، ص ۶۰۴)

حافظ بدرالدین محمود ابنِ عینی

لکھتے ہیں، ابوبکر نے لیث سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پیر کے دن یکم ربیع الاول کو انتقال فرمایا، اور سعد بن ابراھیم نے فرمایا آپ ﷺ پیر کے دن ۲ ربیع الاول کو وصال فرما گئے، اور فضل بن دکین نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے پیر کے دن یکم ربیع الاول کو انتقال فرمایا (عمدۃ القاری شرح بخاری، جز ۱۸، ص ۱۶)

امام جلال الدین السیوطی

فرماتے ہیں، علامہ سہیلی نے اسی کو ترجیح دی ہے کہ آپ ﷺ یکم یا دو ربیع الاول کو فوت ہوئے (التوشیح، ج ۴، ص ۱۴۳)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی

فرماتے ہیں، ابو مخنف اور کلبی نے فرمایا آپ ﷺ کی وفات دو ربیع الاول کو ہوئی، سلیمان بن طرخان نے مغازی میں اس کو ترجیح دی اور امام محمد بن سعد نے، امام ابنِ عساکر، امام فضل بن دکین کا بھی یہی قول ہے اور علامہ سہیلی نے اسی کو ترجیح دی ہے۔ (سبل الھدیٰ والرشاد، ج ۱۲، ص ۳۰۵)

قارئینِ کرام:۔ پیچھے امام محمد بن سعد کا حوالہ گزرا ہے کہ انہوں بارہ تاریخ وفات کے علاوہ بھی اقوال بیان فرمائے، لیکن امام ابنِ سعد کا مختار یہی دو ربیع الاول وفات والا قول ہے،

علامہ ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبداللہ سہیلی

فرماتے ہیں، مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ حجۃ الوداع میں عرفہ کا دن (یعنی ۹ ذوالحج) جمعہ کے دن تھا لہٰذا یکم ذوالحج جمعرات کو تھی اور یکم محرم جمعہ کے دن ہوگی (اگر چاند ۲۹ دن کا ہو) یا ہفتہ کے دن ہوگی (اگر چاند ۳۰ دن کا ہو)، اگر جمعہ کو یکم محرم ہو تو یکم صفر ہفتہ کے دن ہوگی یا اتوار کے دن ہوگی، اگر یکم صفر ہفتہ کے دن ہو تو یکم ربیع الاول اتوار کے دن ہوگی یا پیر کے دن ہوگی،

لہٰذا آپ ﷺ کی تاریخ وفات پیر کے دن یا تو یکم ربیع الاول ہوگی یا دو ربیع الاول کو ہوگی، اگر یکم صفر اتوار کے دن ہو تو یکم ربیع الاول پیر کے دن ہوگی یا منگل کے دن کو ہوگی، یعنی کسی طرح بھی بارہ ربیع الاول پیر کا دن نہیں بنتا۔ (الروض الانف مع السیرۃ النبویہ، ج ۴۔ ص ۴۴۰)

علامہ سہیلی کی تحقیق کو بآسانی یوں سمجھئے کہ حجۃ الوداع کے سال یومِ عرفہ یعنی ۹ ذوالحج جمعہ کے دن تھا، اگر یہ فرض کیا جائے کہ تینوں مہینے ۳۰، ۳۰ دن کے تھے تو پیر کے دن چھ ربیع الاول ہوگی، اور یکم ربیع الاول بدھ کو ہوگی، جبکہ چھ ربیع الاول کو تاریخِ وفات کا کوئی بھی قائل نہیں اور نہ یہ بدھ وفات کا دن ہے۔ اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ دو ماہ ۳۰، ۳۰ دن کے ہوں اور ایک ماہ ۲۹ دن کا، تو پیر کے دن سات ربیع الاول ہوگی اور یکم ربیع الاول منگل کے دن ہوگی، جبکہ سات ربیع الاول کو تاریخِ وفات کا کوئی بھی قائل نہیں اگر تینوں ماہ ۲۹، ۲۹، دن کے ہوں تو پیر کے دن دو ربیع الاول ہوگی اور یکم اتوار کو ہوگی۔

اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ دو ماہ ۲۹، ۲۹، دن کے اور ایک ماہ ۳۰ دن کا ہو تو پیر کے دن یکم ربیع الاول ہوگی، الحمدللہِ تعالیٰ کہ کسی طرح بھی حساب کرلیا جائے بارہ ربیع الاول تاریخِ وفات نہیں ہوسکتی، اگر ہو سکتی ہے تو یکم یا دو ربیع الاول ہوسکتی ہے۔

علمائے دیوبند کی کتب سے ثبوت

مسلکِ دیوبند کے نامور علما کی کتب سے بھی ثابت ہے کہ تاریخِ وفات ۱۲ نہیں، بلکہ یکم یا دو ربیع الاول ہے

علامہ شبلی نعمانی دیوبندی

لکھتے ہیں، کسی حالت اور کسی شکل سے ۱۲ ربیع الاول کو دوشنبہ کا دن نہیں پڑسکتا (اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں) اس لیئے وفاتِ نبوی کی صحیح تاریخ ہمارے نزدیک یکم ربیع الاول ہے

(سیرت النبی، ج ۲، ص ۱۰۷، ۱۰۶)

علامہ اشرف علی تھانوی دیوبندی

لکھتے ہیں، اور تاریخ کی تحقیق نہیں ہوئی اور بارہویں جو مشہور ہے وہ حساب درست نہیں ہوتا، کیونکہ اس سال ذوالحج کی نوویں جمعہ کی تھی اور یومِ وفات دوشنبہ ثابت ہے پس جمعہ کو نو ذوالحج ہو کر بارہ ربیع الاول دوشنبہ کو کسی طرح نہیں ہو سکتی۔ (نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب، ۱۹۶)

مفتی محمد شفیع دیوبندی

لکھتے ہیں، تاریخِ وفات میں مشہور ہے کہ ۱۲ ربیع الاول کو واقع ہوئی اور یہی جمہور مؤرخین لکھتے چلے آئے ہیں، لیکن حساب سے کسی طرح بھی یہ تاریخ وفات نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ بھی متفق علیہ ہے اور یقینی امر ہے کہ وفات دوشنبہ کو ہوئی اور یہ بھی یقینی ہے کہ آپ ﷺ کا حج ۹ ذوالحج جمعہ کو ہوا ان دونوں باتوں کو ملانے سے ربیع الاول روز دوشنبہ نہیں پڑتی اس لیئے حافظ ابنِ حجر نے شرح صحیح بخاری میں طویل بحث کے بعد اس کو صحیح قرار دیا ہے کہ تاریخِ وفات دوسری ربیع الاول ہے کتابت کی غلطی سے ۲ کا ۱۲ اور عربی عبارت میں ثانی شہر ربیع الاول کا ثانی عشر ربیع الاول بن گیا، حافظ مغلطائی نے بھی دوسری تاریخ کو ترجیح دی

۔ (سیرتِ خاتم الانبیاء، ۱۸۲)

علامہ عبدالحی لکھنوی دیوبندی

علامہ عبدالحی دیوبندی صاحب نے رسول اللہ ﷺ کی تاریخِ وصال کے متعلق ایک سوال کا بہت طویل اور مدلل جواب لکھا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تاریخ وصال کسی طرح بھی ۱۲ ربیع الاول بروز پیر نہیں بنتی۔ (مجموعہ فتاوی، اردو مترجم مفتی محمد برکت اللہ لکھنوی۔ ج ۳، ص ۱۶۴ تا ۱۶۸)

علما محدثین، مؤرخین اور دیوبندی علما کی تصریحات سے ظاہر ہو گیا ہے کہ تاریخِ وفات ۱۲ نہیں بلکہ یکم یا دو ربیع الاول ہے اب تاریخ ولادت کے متعلق بدلائل درج کیا جا رہا ہے کہ ۱۲ ربیع الاول تاریخِ ولادت ہے رسول اللہ ﷺ کی ولادتِ مبارکہ پر صحیح السند حدیث

حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں، عن عفان عن سعید بن مینا عن جابرٍ و ابن عباس انهما قال ولد رسول الله ﷺ عام الفيل يوم الاثنين عشر من شهر ربيع الاول.

ترجمہ: عفان سے روایت ہے وہ سعید بن مینا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت جابر اور حضرت ابنِ

عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کی ولادت عام الفیل میں پیر کے روز بارہ ربیع الاول کو ہوئی

(سیرۃ النبویہ لابنِ کثیر، ج ۱، ص ۱۹۹، بلوغ الامانی شرح الفتح الربانی، ج ۲، ص ۱۸۹)

راویانِ حدیثِ مذکور کی توثیق

اس حدیث کے پہلے راوی امام ابوبکر ابنِ ابی شیبہ ہیں

ان کی شانِ جلالت کا کیا کہنا، یہ امام بخاری، امام مسلم کے استاد ہیں

امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداود، امام نسائی، امام ابنِ ماجہ نے ان سے روایت کی، اور آئمہ محدثین نے انہیں ثقہ حافظ کہا۔ (تہذیب التہذیب، ج ۶، ص ۴،۳)

(۲) دوسرے راوی عفان ہیں، امام عجلی نے ان کے متعلق کہا کہ وہ اثبت اور صاحبِ سنت ہیں

امام یحیٰ بن معین نے انہیں بلند پایہ اصحاب الحدیث میں شمار کیا، امام ابنِ حبان نے انہیں ثقات میں شمار کیا

(تہذیب التہذیب، ج ۷، ص ۲۳۱، ۲۳۴)

(۳) تیسرے راوی سعید بن میناہیں امام ابنِ معین اور امام ابوحاتم نے ان کی توثیق فرمائی

امام ابنِ حبان نے بھی ان کو ثقہ راویوں میں شمار کیا (خلاصۃ التہذیب الکمال، ۱۴۳) ان دو صحابہ کی صحیح السند روایت سے ثابت ہوا کہ ۱۲ ربیع الاول ہی رسول اللہ ﷺ ولادت کا ہے اور جب صحابہ کرام سے ۱۲ تاریخ ولادت ہونا ثابت ہے تو بعد کے مؤرخین کا کوئی قول اور ظن قابلِ قبول نہیں۔

علامہ ابنِ جوزی

لکھتے ہیں، رسول اللہ ﷺ کے یومِ ولادت کے بارے میں ۳ اقوال کی بنا پر لوگوں نے اختلاف کیا ہے ایک قول یہ ہے کہ آپ کی ولادت مبارکہ ربیع الاول کی بارہ راتیں گزار کر ہوئی یہ قول حضرت ابنِ عباس کا ہے، ایک قول یہ ہے کہ ولادت مبارکہ اسی ماہ کی آٹھ راتیں گزار کر ہوئی یہ قول عکرمہ کا ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ ربیع الاول کی دو راتیں گزرنے کی بعد آپ ﷺ کی ولادت ہوئی یہ قول حضرت عطا کا ہے، اور پہلا قول سب سے زیادہ صحیح ہے۔ (المیلاد النبوی، ۵۰)

امام ابنِ حجر مکی مفتی مکہ

یہ جلیل القدر امام مکہ شریف میں ۳۴ سال مفتی اعظم رہے، وہ لکھتے ہیں رسول اللہ ﷺ کی ولادت مبارکہ

پیر کی رات ربیع الاول کی بارہ راتیں گزرنے پر ہوئی (نعمۃ الکبریٰ، ۳۹)

امام حاکم نیشاپوری

امام حاکم امام محمد بن اسحاق سے روایت کرتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ کی ولادتِ مبارکہ بارہ ربیع الاول میں ہوئی۔ (مستدرک علی الصحیحین، ج۲، ص۶۵۹)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی

فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کی ولادت بروز پیر عام الفیل میں ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو ہوئی۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی، ج۱، ص۷۴)

مؤرخ علامہ ابنِ خلدون

رسول اللہ ﷺ کی ولادت عام الفیل میں ربیع الاول کی بارہ راتیں گزرنے پر ہوئی۔

(تاریخ ابنِ خلدون، ج۲، ص۷۱۰)

علامہ ابنِ جوزی

امام ابنِ اسحاق نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کی ولادتِ مبارکہ بروز پیر عام الفیل میں بارہ ربیع الاول کو ہوئی۔

(الوفا باحوال المصطفیٰ، ۸۷)

علامہ برہان الدین حلبی

حضرت سعید بن مسیب سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ کی ولادت مبارکہ بہار النہار کے قریب یعنی وسط میں ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو ہوئی (سیرتِ حلبیہ، ج۱، ص۵۷)

علامہ عبدالرحمٰن جامی

فرماتے ہیں ولادتِ رسول اکرم ﷺ بتاریخ ۱۲ ربیع الاول بروز پیر واقعہ فیل سے ۲۵ دن بعد ہوئی۔

(شواہد النبوۃ، اردو ترجمہ، ۵۲)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری

لکھتے ہیں کہ مشہور یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ولادتِ مبارکہ بروز پیر بارہ ربیع الاول کو ہوئی۔

(موردالروی، ۹۸)

امام قسطلانی شارحِ بخاری

فرماتے ہیں مشہور یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ولادت بروز پیر بارہ ربیع الاول کو ہوئی

(مواہب اللدنیہ، ج ا، ص ۱۴۲)

علامہ زرقانی

فرماتے ہیں امام ابنِ کثیر نے کہا کہ جمہور کے نزدیک بارہ ربیع الاول کو ولادت کا ہونا مشہور ہے، ابنِ جوزی اور ابنِ جزار نے اس قول پر مبالغہ کے ساتھ اجماع نقل کیا ہے اور اسی قول پر عمل ہے۔

(زرقانی علی المواہب، ج ا، ص ۱۳۲)

علامہ شاہ عبدالحق محدثِ دہلوی

فرماتے ہیں کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت کی تاریخ بارہ ربیع الاول ہے اور یہی مشہور قول ہے۔

(مدارج النبوۃ، ج ۲، ص ۲۳)

علامہ محمد بن جار اللہ ظہیرہ حنفی

لکھتے ہیں، ہر سال مکہ مکرمہ میں بارہ ربیع الاول کی رات اہلِ مکہ کا یہ معمول ہے کہ قاضیِ مکہ جو کہ شافعی ہیں مغرب کی نماز کے لوگوں کے ایک بڑے جلوس کے ساتھ جائے ولادت کی زیارت کے لیئے جاتے ہیں ان میں تمام مذاہبِ فقہ کے قاضی، اکثر فقہا اور فضلا ہوتے ہیں

(الجامع اللطیف فی فضل مکۃ واھلھاوبنا البیتِ الشریف، ۲۰۱، ۲۰۲)

علامہ قطب الدین حنفی

علامہ قطب الدین نے بھی علامہ محمد بن جار اللہ کے بیان سے ملتا جلتا لکھا ہے، تفصیلاً۔ (کتاب الاعلام باعلام بیت اللہِ الحرام فی تاریخِ مکۃ المشرفہ، ص، ۳۵۵، ۳۵۶)

علامہ عنائیت احمد کاکوروی

جو کہ مسلکِ دیوبند کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی کے ممدوح ہیں، وہ فرماتے ہیں بارہویں ربیع الاول کو مدینہ منورہ میں یہ متبرک محفل مسجد نبوی شریف میں ہوتی ہے اور مکہ معظمہ میں مکانِ ولادت آنحضرت ﷺ میں۔ (تواریخ حبیب الہٰ، ۱۴)

صحابہ کرام کی صحیح السند روایت اور محدثین آئمہ مؤرخین کے مستند حوالہ جات سے اظہر من الشمس ہو گیا کہ تاریخ ولادت ۱۲ ربیع الاول ہے:۔ اس سلسلے میں اب دیوبند مسلک کے مستند علما کی تصریحات درج کی جارہی ہیں

۱۲ تاریخِ ولادت پر ثبوت علمائے دیوبند سے

مفتی محمد شفیع دیوبندی

مفتیِ دیوبند علامہ شفیع دیوبندی صاحب تحریر فرماتے ہیں،جس سال اصحابِ فیل کا حملہ ہوا اس کے ماہِ ربیع الاول کی بارھویں تاریخ روز دوشنبہ دنیا کی عمر میں ایک نرالا دن ہے کہ آج پیدائشِ عالم کا مقصد لیل ونہار کے انقلاب کی اصلی غرض آدم اور اولادِ آدم کا فخر کشتیِ نوح کی حفاظت کا راز ابراھیم کی دعا اور موسیٰ وعیسیٰ کی پیش گوئیوں کا مصداق یعنی ہمارے آقائے نامدار محمد ﷺ رونق افروزِ عالم ہوتے ہیں رونق افروزِ عالم ہوتے ہیں۔ (سیرتِ خاتم الانبیاء،ص ۲۷)

علامہ محمد اسلم قاسمی دیوبندی

یہ موصوف مسلکِ دیوبند کے حکیم الاسلام علامہ قاری محمد طیب صاحب کے صاحبزادے ہیں، لکھتے ہیں، بارہ ربیع الاول پیر کے روز بیس اپریل ۵۷۱ عیسوی کو صبح کے وقت جنابِ آمنہ کے یہاں ولادت ہوئی اور دنیا آخرت کی برکتیں لے کر ایک سراپا نور بچہ دنیا میں تشریف لے آیا۔ (سیرتِ پاک،ص ۲۲)

علامہ سید سلیمان ندوی

پیدائش ۱۲ تاریخ کو ربیع الاول کے مہینے میں پیر کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پانچ سو اکہتر (۵۷۱) برس بعد ہوئی۔ (رحمت، عالم،۱۳)

علامہ محمد اعزاز علی دیوبندی

لکھتے ہیں، رسول اللہ ﷺ کی ولادت مکہ میں عام الفیل پیر کے دن ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی ،علی الصح من الاقوال (نفحۃ العرب،۱۸۱)

علامہ ولی محمد رازی دیوبندی

سالِ مولود کے ماہِ سوم کی دس اور دو ہے، (حاشیہ میں لکھا، ۱۲ ربیع الاول)۔ (ہادیٔ عالم،۴۳)

علامہ سید عنائیت علی شاہ صاحب

یہ موصوف دیوبندی حکیم الامت اشرف علی تھانوی کے خلیفہ ہیں لکھتے ہیں، بارہ ربیع الاول پیر کے روز صبح

کے وقت رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے۔(باغِ جنت،۳۶۴)

محمد عبدالمعبود دیوبندی،قولِ جمہور

وہ صبح سعادت جس میں ظہورِ قدسی ہوا وہ دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء تھی۔تمام اربابِ سیر وتاریخ اس بات پر متفق ہیں کہ پیر کا دن اور ماہِ مبارک ربیع الاول تھا۔البتہ تاریخ میں اختلاف پایا جاتا ہے،امام طبری،امام ابنِ خلدون،اور امام ابنِ ہشام وغیرہ نے ۱۲ ربیع الاول بیان کیا ہے اور یہی قول جمہور کا ہے۔(تاریخِ مکہ،۱۹۱)

علامہ اشرف علی تھانوی دیوبندی

ماہ اور یوم تو علی الاتفاق عین زمانہ ولادت شریفہ ہے اور تاریخ بھی علی الاشہر وہی ہے۔

(خطباتِ حکیم الامت،میلاد النبی،ص،۱۱۹)

علی الاشہر قول کونسا ہے علامہ اشرف علی صاحب کے نزدیک،یہ بھی ملاحظہ فرمالیں۔،علامہ صاحب بیان کرتے ہیں،جمہور کے قول کے موافق بارہ ربیع الاول تاریخِ ولادت ہے۔

(ارشاد العباد فی عید المیلاد،ص،۵)

ابوالاعلیٰ مودودی

موصوف جماعت اسلامی کے بانی اور مشہور بے باق مصنف ہیں۔

لکھتے ہیں ربیع الاول کی کون سی تاریخ تھی اس میں اختلاف ہے لیکن ابنِ ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ بن عباس اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ ۱۲ ربیع الاول کو پیدا ہوئے تھے،اس کی تصریح محمد بن اسحاق نے کی ہے اور جمہور اہلِ علم میں یہی تاریخ مشہور ہے۔

(سیرتِ سرورِ عالم،ج،۱،ص ۹۳)

قاری محمد طیب دیوبندی

دیوبند مسلک کے حکیم الاسلام ہیں فرماتے ہیں،بہر حال ۱۲ ربیع الاول کو ایک ذاتِ مقدس کو اللہ نے نمایاں کیا کہ اس سے زیادہ حسین وجمیل نہ پہلے عالم میں پیدا ہوئی تھی نہ بعد میں پیدا ہوگی۔

(خطباتِ حکیم الاسلام،ج۲،ص۱۴۱)

علامہ محمد ضیاء القاسمی دیوبندی خطیب

یہ موصوف مسلکِ دیوبند کے نامور خطیب ہیں، بیان کرتے ہیں، آپ ﷺ کی ولادت مبارکہ بارہ ربیع الاول کو آپ کے دولت کدہ میں ہوئی ہے۔(خطباتِ قاسمی، ج۱، ص۱۶۲)

مشہور دیوبندی خطیب محمد اسد دیوبندی

لکھتے ہیں، ماہ، مبارک ۱۲ ربیع الاول بروز پیر صبح صادق مکہ مکرمہ میں صوتِ ہادی احکامِ الٰہی بن کر یعنی اللہ نے اس بے راہ روی دنیا کو ایک ایسا رہبر عطا کیا جو خیر البشر بن کر آیا۔(جنگ، راولپنڈی، اتوار ۵ فروری، 2012)

علامہ سید ابوالحسن علی ندوی

آپ ﷺ کی ولادتِ شریف ۱۲ ربیع الاول عام الفیل (مطابق ۵۷۰ عیسوی) دوشنبہ کے دن ہوئی۔

(نبی رحمت۔ص،۱۲۷، ۱۲۸)

علامہ موصوف نے اس متن کے نیچے زیرِ حاشیہ لکھا: مشہور روایت یہی ہے لیکن فلکیات کے مشہور مصری عالم اور محقق محمود پاشا کی تحقیق یہ ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت شریفہ دوشنبہ کے دن ۹ ربیع الاول کو واقعہ فیل کو پہلے سال ہوئی جو ۲۰ اپریل ۵۷۱ عیسوی کے مطابق ہے:۔

۱۲ تاریخ ولادت پر ثبوت غیر مقلدین علما سے

نواب صدیق حسن خان بھوپالی

لکھتے ہیں ولادت شریف مکہ مکرمہ میں وقت طلوعِ فجر کے روز دوشنبہ دوازدہم ربیع الاول عام الفیل کو ہوئی جمہور علما کا قول یہی ہے ابنِ جوزی نے اس پر اتفاق نقل کیا ہے(چند سطر بعد لکھتے ہیں) طیبی نے کہا روز دوشنبہ دوازدہم ربیع الاول کو پیدا ہوئے بالاتفاق۔(الشمامة العنبرية من مولدِ خيرِ البرية، ص۷)

یہ نواب صاحب غیر مقلدین کے مایہ ناز عالم، محدث، مفسر، فقیہ گزرے ہیں۔

علامہ عبدالستار غیر مقلد

اپنی پنجابی اشعار کی کتاب میں لکھتے ہیں،

بارھویں ماہ ربیع الاول رات سوموار نورانی
فضل کنوں تشریف لیایا پاک حبیب حقانی

(کرامِ محمدی، ص۲۷۰)۔

ان تمام حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی تاریخ ولادت ۱۲ ربیع الاول ہے، اور جن لوگوں نے ریاضی اور علم فلکیات کے سہارے سے تحقیق کر کے کہا کہ ۹ ربیع الاول ولادت کی تاریخ ہے وہ غلطی پر ہیں کیونکہ صحابہ کرام پھر تابعی، اور محدثین، علما کے قول کہ ۱۲ تاریخ ہی ولادت نبوی کی تاریخ ہے، درست ہے صحابہ کرام کی صحیح السند روایت کے ہوتے ہوئے کسی ریاضی دان اور ماہر فلکیات یعنی نجومی کے قولِ بے سند کو تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ اور نہ ہی ایسا کوئی اصول ہے کہ جس کی رو سے صحابہ کرام کی روایت، قولِ تابعی کو رد کر کے ایک نجومی کے قول کو اختیار کیا جائے، وہ مشہور نجومی ماہر فلکیات محمود پاشا فلکی ہیں کہ جن کی تحقیق سے متاثر ہو کہ شبلی نعمانی دیوبندی صاحب نے ولادتِ نبوی کی تاریخ ۹ لکھی، اور علامہ ندوی صاحب بھی اسی سے متاثر ہوئے، لیکن جو بھی ان کی تحقیق سے متاثر ہوا اس کے متعلق ہمیں یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ وہ صحابہ کرام کی صحیح السند روایت اور قول تابعی سے متاثر نہیں ہوئے اور ۱۲ تاریخ ولادت کے قائل نہ ہوئے بلکہ ایک نجومی کی تحقیق سے متاثر ہو کر ۹ تاریخ ولادت کے قائل ہو گئے لیکن صحابہ اور تابعی اور ردیگر محدثین علما ایسے اسلاف کرام سے متاثر نہ ہوئے۔ دل کو سخت ٹھیس پہنچی ہے کہ دو صحابہ کرام کی روایت، اور صحابہ کرام کا موقف ایک نجومی کی بے سند ریاضی کے اصولوں اور علم فلکیات کی پیچیدگیوں پر مبنی تحقیق تو اچھی لگی، لیکن صحابہ کا موقف اچھا نہیں لگا۔ شبلی نعمانی صاحب نے، سیرت النبی، میں قاضی سلمان منصور پوری صاحب نے، رحمت اللعالمین، میں علامہ صفی الرحمٰن مبارکپوری نے، رحیق المختوم، میں اور ان کے علاوہ چند اور بھی دیوبند اور اہلحدیث مسلک کے علمانے محمود پاشا فلکی نجومی کی تحقیق کو قبول کرتے ہوئے تاریخ ولادت ۹ لکھی۔ صحابہ کرام سے ضعیف روایت بھی اگر رسول اللہ ﷺ کی تاریخ ولادت کے بارے میں ہمیں ملتی تو ہم صحابہ ہی کو ترجیح دیتے اور تمام حسابات ریاضی اور علم

فلکیات پر مبنی تحقیقات کو یکسر رد کر دینے میں تردد محسوس نہ کرتے۔ صحابہ کی صحیح سند پر مبنی روایت اور اسلاف کے قول کو ترک کرنا، اس کو سنگین غلطی کے سوا کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

جشنِ میلاد منانے کا جواز

جشنِ میلاد منانے کے جواز کے سلسلہ میں قرآن کریم اور احادیث مبارکہ سے استدلال پیش کیا جا رہا ہے پہلے آیاتِ مقدسہ سے استدلال اور پھر احادیثِ مبارک سے استدلال پیش کیا جائے گا۔ اور تمام آیاتِ مقدسہ اور احادیث سے استدلال ان آیات اور احادیث سے ماخوذ عنوانات کے تحت درج کیا جائے گا۔

رحمت اور فضلِ الٰہی پر خوشیاں منانے کا حکم، میلاد منانے پر استدلال

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: قل بفضل الله وبرحمة فبذلک فلیفرحوا هو خیر مما یجمعون.

ترجمہ: اے محمد ﷺ آپ فرما دیجیئے کہ صرف اللہ کے فضل و رحمت ہی کے ساتھ چاہیئے کہ خوش ہوں اس لئے وہ بہتر ہے اس شئی سے کہ جس کو یہ لوگ جمع کرتے ہیں۔

(یونس ۵۸، ترجمہ از اشرف علی تھانوی، خطبات حکیم الامت، ۴۹)

اس آیت مبارکہ میں رحمت اور فضل سے رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ بابرکات مراد ہے اس آیت کے تحت تفسیری اقوال آگے آنے والی سطور میں لکھے جائیں گے۔ پہلے وہ آیات درج کی جارہی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو رحمت بیان فرمایا ہے۔ قرآنِ مجید میں اللہ نے رسول اللہ ﷺ کو رحمت اللعالمین فرمایا۔ اللہ پاک کا ارشاد ہے:

(آیت نمبر۱). وما ارسلنک الا رحمة اللعلمین. (انبیا، ۱۰۷)

ترجمہ۔ اور ہم نے صرف آپ ہی کو تمام جہانوں کے لیئے رحمت بنا کر بھیجا۔

(آیت نمبر۲) فبما رحمةٍ من الله لنت لهم ولو کنت فظاً غلیظ القلبِ لانفضوا من حولک. (آلِ عمران ۱۵۹)

ترجمہ۔ سو آپ اللہ کی عظیم رحمت سے مسلمانوں کے لیئے نرم ہو گئے اور اگر آپ بد مزاج اور سخت دل ہوتے تو وہ ضرور آپ کے پاس سے بھاگ جاتے۔

(آیت نمبر۳)لقد جآ کم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمومنینَ رء وف رحیم. (توبہ۱۲۸)

ترجمہ۔ بے تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک عظیم رسول آگئے ہیں تمہارا مشقت میں پڑنا ان پر بہت شاق ہے تمہاری فلاح پر وہ بہت حریص ہیں اور مومنوں پر بہت شفیق نہایت مہربان ہیں۔

(ایت نمبر۴)فلولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ لکنتم من الخسرین؛

پس اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم خسارہ پانے والوں میں سے ہو جاتے۔

(بقرہ،۶۴)(آیت نمبر۵)

ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ لاتبعتم الشیطان الا قلیلاً؛

اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو بجز تھوڑے لوگوں کے تم شیطان کی پیروی کرتے۔

(النساء۸۳)

آیت نمبر چار اور پانچ کے تحت علامہ اشرف علی تھانوی دیو بندی لکھتے ہیں اکثر مفسرین کے نزدیک رحمت سے مراد حضور ﷺ کا وجودِ باجود مراد ہے۔ (خطباتِ حکیم الامت، ج۵،ص۶۲)

(آیت نمبر۶)وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم ترجمہ۔ اور اللہ کا کام نہیں کہ ان کو عذاب کرے جب تک کہ اے محبوب آپ ان میں ہیں۔ (انفال،۳۳)

گزشتہ امتوں پر اللہ اور انبیائے کرام کی نافرمانی کے سبب خسف، مسخ (یعنی چہروں کو بگاڑ دیا جانا اور زمین میں دھنسا دیا جانا) اور آسمان سے پتھروں کی بارش کے عذاب آئے ایسے عام عذابات کا اس امت پر نہ آنے کی وجہ رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ بابرکات ہے کہ جن کی صفتِ رحمت للعالمین ہے۔

(آیت نمبر۸)قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذلک فلیفرحوا ھو خیرٌ مما یجمعون ،(یونس،۵۸)

اے محمد ﷺ آپ فرما دیجیئے کہ صرف اللہ کے فضل و رحمت ہی کے ساتھ چاہئے کہ خوش ہوں اس لیئے وہ بہتر ہے اس شئی سے کہ جس کو یہ لوگ جمع کرتے ہیں۔

(ترجمہ اشرف علی تھانوی دیو بندی از خطباتِ حکیم الامت،۴۹)

سورۂ یونس آیۃ ۵۸ اور مفسرین کی آرا

علامہ ابنِ جوزی

لکھتے ہیں۔ ان فضل اللہِ: العلم، ورحمتہ: محمد ﷺ رواہ ضحاک عن ابنِ عباسٍ:
اللہ کے فضل سے مراد یہاں علم ہے، اور رحمت سے مراد محمد ﷺ ہیں اسے روایت کیا امام ضحاک نے حضرت عبداللہ بن عباس سے:۔ (زاد المسیر فی علمِ التفسیر، ج ۴، ص ۴۰)

علامہ ابو الحیان اندلسی

وقال ابن عباسٍ فیما روی الضحاک عنہ؛ الفضل: العلم، والرحمۃ، محمد ﷺ
امام ضحاک نے حضرت ابنِ عباس سے روایت کیا ہے، فضل سے مراد علم اور رحمت سے مراد محمد ﷺ ہیں
(تفسیر بحر المحیط، ج ۵، ص ۱۷۱)

امام جلال الدین سیوطی

اخرج ابو الشیخ عن ابنِ عباسٍ فی ھذہ الآیۃ، قال فضل اللہ، العلم: ورحمتہ، محمد ﷺ، قال اللہ تعالیٰ، وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین:
ابو الشیخ نے حضرت ابنِ عباس سے روایت کی، فضل سے مراد علم اور رحمت سے مراد محمد ﷺ ہیں، اللہ نے فرمایا: اور ہم نے صرف آپ ہی کو تمام عالمین کیلیئے رحمت بنا کر بھیجا۔ (الدر المنثور، ج ۴، ص ۳۳۰)

علامہ سید محمود آلوسی بغدادی

اخرج ابو الشیخ عن ابن عباسٍ رضی اللہ عنہ ان الفضلَ، العلم: الرحمۃ، محمد ﷺ
اخرج الخطیب وابن عساکر عنہ تفسیر الفضلِ بالنبي ﷺ. ابو الشیخ نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ فضل سے مراد علم اور رحمت سے مراد محمد ﷺ ہیں، خطیب اور ابنِ عساکر نے حضرت ابنِ عباس نے یہ بھی روایت کیا ہے کہ فضل سے مراد نبی کریم ﷺ ہیں۔ مذکورہ تفاسیر سے معلوم ہوا کہ صحابیِ رسول حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کہ جو اس امت کے حبر الامہ ہیں اور سید المفسرین ہیں رحمت اور فضل سے مراد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ کو لیتے ہیں۔

آیتِ مذکورہ اور مفتی محمد شفیع دیو بندی

لکھتے ہیں: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ فضل سے مراد قرآن اور رحمت سے مراد نبی پاک ﷺ ہیں۔ قرآنِ کریم کی آیت وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین سے اس مضمون کی تائید ہوتی ہے۔

(معارف القرآن، ج ۴، ص ۵۴۴)

آیتِ مذکورہ اور علامہ اشرف علی دیو بندی

مناسب ہے کہ یہاں علامہ اشرف علی تھانوی صاحب دیو بندی حکیم الامت کا نقطۂ نظر بھی نوکِ قلم کر دیا جائے تا کہ رسول اللہ ﷺ کے میلاد پر خوشیاں منانے میں ہمارا نقطۂ نظر مزید واضح ہو جائے:

علامہ فرماتے ہیں؛ قرآنِ مجید میں دوسرے مقامات پر دیکھنا چاہئے کہ ان دونوں لفظوں سے کیا مراد ہے تو جاننا چاہئے کہ قرآن مجید میں یہ دونوں لفظ بکثرت آئے ہیں۔ کہیں دونوں سے ایک معنی مراد ہیں کہیں جدا جدا۔ چنانچہ ایک مقام پر ارشاد ہے، فلولا فضل اللہِ علیکم ورحمتہ لکنتم من الخٰسرین، سو اگر تم لوگوں پر خدا تعالیٰ کا فضل اور رحم نہ ہوتا تو ضرور تم (فوراً) تباہ (اور ہلاک) ہو جاتے۔ (یہ ترجمہ قرآن از تھانوی) یہاں اکثر مفسرین کے نزدیک فضل اور رحمت سے حضور کا وجود با جود مراد ہے اور دوسری جگہ ارشاد ہے ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ لاتبعتم الشیطان الا قلیلاً۔ (اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو بجز تھوڑے لوگوں کے تم شیطان کی پیروی کرتے) یہاں بھی بقول اکثر مفسرین حضور ﷺ ہی مراد ہیں (خطبات حکیم الامت ج ۵، ص ۶۲)

ان آیات کے تحت علامہ اشرف علی صاحب نے صراحتاً بیان فرمایا ہے کہ فضل اور رحمت سے مراد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ بابرکات ہے۔ علامہ تھانوی صاحب قرآنِ مجید کی مزید تین آیات اور ان کی تشریح بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں؛ ایک مقام پر ارشاد فرمایا ہے، ولولا فضل اللہ علیک ورحمتہ لھمت طآئفۃ منھم ان یضلوک۔ (پس اگر تجھ پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو البتہ ان میں سے ایک گروہ نے تجھ کو گمراہ کرنے کا ارادہ کر لیا تھا) یہاں فضل اور رحمت سے مراد قرآنِ مجید ہے اور بعض آیات میں فضل سے مراد ہے رحمتِ دنیوی اور رحمت سے رحمتِ دینی مراد ہے چنانچہ فضل بمعنی رزق و نفع دنیوی قرآن میں آیا ہے چنانچہ ارشاد ہے؛ لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلاً من ربکم:

(تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو) یہاں فضل سے مراد تجارت ہے اس لیے کہ یہ آیت حج کے موقع کی ہے۔ بعض لوگ مال تجارت حج کے سفر میں ساتھ لے جانے کو مکروہ جانتے تھے ان کو ارشاد ہے کہ اس میں کچھ گناہ نہیں کہ تم حج میں اپنے رب کا فضل طلب کرو۔ حدیث شریف میں بھی رحمت سے رحمتِ دینی اور فضل سے رحمتِ دنیوی یعنی رزق یا اسبابِ رزق مراد ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ جب مسجد میں داخل ہو تو یہ کہو اللھم افتح لنا ابواب رحمتک. اے اللہ تو ہمارے لئے رحمت کے دروازے کھول دے۔ یہاں رحمت سے رحمتِ دینی مراد ہے اس لئے کہ مسجد میں وہی مطلوب ہے اور جب مسجد سے نکلو تو یہ کہو اللھم افتح لنا ابواب فضلک. اے اللہ ہمارے لئے رزق کے دروازے کھول دے۔ اس لیئے کہ مسجد سے باہر جا کر تحصیلِ معاش میں لگ جاتے ہیں تو وہاں اس کی طلب ہے اور لیجئے سورۂ جمعہ میں ارشاد ہے؛ فاذا قضیت الصلٰوۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ۔ (پس جب نماز ادا ہو جائے تو تم زمین میں منتشر ہو جاؤ اور اللہ سی روزی تلاش کرو)

یہاں فضل سے مراد رزق ہے، پس مجموعہ تمام تفاسیر کا تمام دنیوی رحمتیں اور دینی رحمتیں ہوا۔ اس مقام پر ہر چند کہ آیت کے سباق پر نظر کرنے کے اعتبار سے قرآن مجید مراد ہے لیکن اگر ایسے معنی عام مراد لئے جائیں کہ قرآن مجید بھی اس کا ایک فرد رہے تو یہ زیادہ بہتر ہے وہ یہ ہے کہ فضل اور رحمت سے مراد حضور کا قدوم مبارک لیا جائے، اس تفسیر کے موافق جتنی نعمتیں اور رحمتیں ہیں خواہ وہ دینوی ہوں یا دینی اور اس میں قرآن بھی ہے سب اس میں داخل ہو جائے گی۔ اس لئے حضور کا وجود با جود اصل ہے تمام نعمتوں کی اور مادہ ہے تمام رحمتوں اور فضل کا، پس یہ تفسیر اجمع التفاسیر ہو جائے گی۔ پس اس تفسیر کی بنا پر حاصلِ اس آیت کا یہ ہوگا کہ ہم کو اللہ تعالیٰ ارشاد فرما رہے ہیں کہ حضور کے وجود با جود پر خوہ وجودِ نوری ہو یا ولادتِ ظاہری اپ پر خوش ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ حضور ہمارے لئے تمام نعمتوں کا واسطہ ہیں۔ حتیٰ کہ ہم کو جو روٹیاں دو وقتہ مل رہی ہیں اور عافیت اور تندرستی اور ہمارے علوم یہ سب حضور یہ کی بدولت ہیں اور یہ نعمتیں تو وہ ہیں جو عام ہیں اور سب سے بڑی دولت ایمان ہے جس کا حضور سے ہم کو پہنچنا بالکل ظاہر ہے۔ غرض اصل الاصول تمام مواد فضل و رحمت کی حضور کی ذاتِ بابرکات ہوئی۔ پس ایسی ذاتِ بابرکات کے وجود پر جس قدر بھی خوشی اور فرح ہو کم ہے، بہر حال اس آیت سے عموماً یا خصوصاً یہ ثابت ہو کہ اس نعمتِ عظیمہ

پر خوش ہونا چاہئے اور ثابت بھی ہوا ابلغ طرز سے:۔(خطباتِ حکیم الامت، ج۵، ص۶۲،۶۳)

قارئینِ کرام:۔آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ علامہ اشرف علی تھانوی دیوبندی صاحب نے کتنے واشگاف الفاظ میں بیان کیا کہ تمام نعمتوں، رحمتوں، اور فضل کی اصل اور تمام نعمتوں کا واسطہ اور تمام رحمتوں اور فضل کی مواد باعثِ تخلیقِ کائنات وجہ وجودِ کائنات رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات ہے، اور بیان کیا کہ اس ذات بابرکات کی جس قدر خوشی کی جائے کم ہے۔

علامہ اشرف علی تھانوی نے یہ بھی بیان فرمایا کہ قرآن دینی رحمت وفضل ہے۔ہم کہتے ہیں کہ جس نے رحمتِ الٰہی اور فضلِ الٰہی یعنی قرآن کو صورۃً اور مجسم دیکھنا ہوتو رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ کو دیکھ لے۔اور جس نے رحمتِ الٰہی اور فضلِ الٰہی کو یعنی رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارکہ کو کتابی صورت میں دیکھنا ہوتو قرآن مجید کی زیارت کرلے۔کیونکہ اللہ کریم نے رسول اللہ ﷺ کو سراپا رحمت اور فضل بنایا ہے۔

قارئینِ کرام: آیتِ مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے صیغۂ امر فلیفرحوا ارشاد فرمایا۔اور یہ صیغہ امر جمع کے لئے بولا جاتا ہے۔سو تمام تفصیل سے معلوم ہوا کہ فلیفرحوا کا حکم تمام مسلمانوں کے لئے ہے کہ مسلمان رسول اللہ ﷺ کے میلاد اور یومِ ولادت پر خوب خوشیاں منائیں اور جس قدر خوشیاں بھی منائیں گے وہ کم ہی ہوں گی۔ اسی آیت میں آگے فرمایا ھو خیر مما یجمعون، یہ خوشیاں منانا بہتر ہے اس سے جس کو یہ جمع کرتے ہیں۔

ھو خیر مما یجمعون میں کلمہ ما کی عمومیت آیتِ مقدسہ میں کلمۂ ما بیان کیا گیا ہے یہ کلمۂ ما عام ہے۔اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دنیاوی مال واسباب کی تخصیص فرمائی ہے نہ ہی اعمالِ صالحہ کی۔یہ کلمہ دنیاو آخرت کی حسنات وخیرات، مال واسباب کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔اگر ان دنیاوی حسنات وخیرات اور اعمالِ صالحہ کو وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا جائے اور یوں کہا جائے تو بھی بے جا نہیں ہوگا کہ:

(1) دنیاوی اعتبار سے: جو کچھ بھی دنیا کا مال اسباب، جائیدادیں، بڑی بڑی خوبصورت آراستہ و پیراستہ رہائش گاہیں، بینک بیلنس، کارخانے، سونا چاندی و دیگر خزانہ وغیرہ کو جمع کرنے سے بہتر اللہ کے محبوب ﷺ کے میلاد کی خوشیاں منانا ہے کیونکہ اللہ کے محبوب اللہ کی رحمت اور اس کا فضل ہیں، اور دنیاوی مال واسباب کا اللہ کی رحمت اور فضل یعنی رسول اللہ ﷺ سے کیا مقابلہ؟

(2) آخرت کے اعتبار سے؛ تمام فرائض، واجبات، نوافل، ہر نیکی کے کام کے ثواب کے ذخیرہ سے بہتر اللہ تعالیٰ کی رحمت ﷺ اور فضل ﷺ کے حصول اور ان کی آمد و میلاد پر خوشیاں منانا ہے۔ اگر تمام اعمالِ صالحہ کے پابند ہو کر بھی خوشی نہ منائی جائے تو یہ کھلی ناشکری ہوگی، کیونکہ تمام اعمالِ صالحہ بواسطہ رحمت اللعالمین نصیب ہوئے۔ بلکہ اعمال صالحہ تو بعد میں ہیں پہلے ایمان ہے کہ جس کی بنیاد پر اعمالِ صالحہ کا دارومدار ہے وہ ایمان ملا رسول اللہ رحمت اللعالمین فضل اللہ ﷺ کے ذریعہ سے۔ اس امت کو جو عزت شرف و تکریم ملی وہ بھی حقیقت میں مصطفیٰ کریم کا امتی ہونے کے ناطے سے ملی، اللہ کی معرفت بھی اسی نعمت و رحمت و فضلِ الٰہی کے توسط نصیب ہوئی، سو اس ہستی کے تشریف لانے پر، عطا کئے جانے پر، اس ہستی کے میلاد پر خوشیاں بڑھ چڑھ کر منانی چاہییں۔

اہلِ اسلام میلادِ نبوی ﷺ کی جو خوشیاں مناتے ہیں اور بالخصوص بارہ ربیع الاول شریف کو تو یہ ان کا خوشیاں منانا عین حکمِ قرآن کی اتباع ہے۔

حصولِ نعمت پر ذکرِ نعمت کا حکم، میلاد منانے پر استدلال

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یا بنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم .

ترجمہ: اے بنو اسرائیل یاد کرو میری اس نعمت کو جو میں نے تم کو عطا کی۔ (بقرہ، ۴۷)

اس آیت سے وجہِ استدلال کے بیان سے پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی نعمت بلکہ نعمتِ عظمیٰ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا اللہ کی نعمتِ عظمیٰ ہونا قرآن اور حدیث سے ثابت ہے۔ ملاحظہ فرمائیں!

رسول اللہ ﷺ کا اللہ کی نعمتِ عظمیٰ ہونے پر دلائل قرآن سے

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولاً من انفسھم یتلوعلیھم ایٰتہ و یز کیھم و یعلمھم الکتابَ والحکمۃ ط وان کانوا من قبل لفی ضلٰلٍ مبین.

ترجمہ: حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان کیا جب کہ ان میں ان ہی کی جنس سے ایک ایسے پیغمبر کو بھیجا کہ وہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ پڑھ سناتے ہیں اور ان لوگوں کی صفائی کرتے رہتے ہیں اور ان کو کتاب اور فہم کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں اور بالیقین یہ لوگ قبل سے صریح غلطی میں تھے۔

(آلِ عمران، ۱۶۴، ترجمہ قرآن از اشرف علی تھانوی)

اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ہیں اور ان کو کوئی شمار کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
:ان تعدوا نعمة الله لا تحصوها: اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے (النحل،۱۸)
تو جو نعمتیں شمار میں آتی ہیں چاہے دینی ہوں یا دنیاوی مثلاً، دینی نعمتیں نماز، روزہ، حج، زکوۃ، جہاد اور دیگر اعمالِ صالحہ، ان نعمتوں کو عطا فرما کے اللہ نے احسان نہیں جتایا، اور دنیاوی مال اسباب جسم و جان انسان کے فائدے کے لئے طرح طرح کی نعمتیں عطا فرمائیں لیکن کہیں احسان نہیں جتایا۔
احسان بر بنائے نعمت ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں آپ ﷺ کے وجودِ مسعود، آپ کی تشریف آوری پر مومنین پر احسان جتایا، معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی نعمتِ عظمیٰ، نعمتِ کبریٰ ہیں۔
(آیت نمبر۲) الذین بدلوا نعمت الله کفراً ۔(ابراہیم،۲۸) امام بخاری سید المفسرین حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں الذین بدلوا نعمت الله کفراً کے بارے میں ارشاد فرمایا خدا گواہ ہے کہ یہ کفارِ قریش تھے، عمرو نے کہا کہ اس سے مراد قریش تھے اور نعمت سے مراد محمد ﷺ ہیں۔(تفہیم البخاری شرح بخاری، ج۳، ص۵۹۲، علامہ ظہور الباری دیوبندی)
امام بغوی شافعی نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو اپنی سند کے ساتھ اپنی تفسیر میں درج فرمایا ہے۔(تفسیر معالم التنزیل، ج۳، ص۳۵)

احادیثِ مبارکہ سے رسول اللہ ﷺ کا نعمتِ عظمیٰ ہونے پر استدلال

رسول اللہ ﷺ جانِ کائنات وجہ وجودِ کائنات باعثِ تخلیقِ کائنات ہیں آپ ﷺ کے نوری وجود سے ساری کائنات کو وجود ملا۔سو اس کائنات کی جو اصل ہے وہی ذات نعمتِ عظمیٰ، نعمتِ کبریٰ ہے۔
احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں احادیث ہی سے ماخوذ عنوان کے تحت وضاحت ملاحظہ فرمائیں۔

رسول اللہ ﷺ کے نور سے پیدائشِ عالم

(حدیث نمبر۱) امام عبد الرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ انصاری سے روایت کیا ہے کہ میں نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں، مجھ کو خبر دیجئے کہ سب اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کون سی چیز پیدا کی؟ آپ ﷺ نے فرمایا اے جابر اللہ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے (نہ بایں معنی کہ نورِ الٰہی اس کا مادہ تھا بلکہ اپنے نور کے فیض سے) پیدا کیا۔

پھر وہ نور قدرتِ الٰہیہ سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا اور اس وقت نہ لوح تھی، نہ قلم تھا اور نہ بہشت تھی اور نہ دوزخ تھا اور نہ فرشتہ تھا اور نہ آسمان تھا اور نہ زمین تھی اور نہ سورج تھا اور نہ چاند تھا اور نہ جن تھا اور نہ انسان تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کئے اور ایک حصے سے قلم پیدا کیا اور دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش، آگے طویل حدیث ہے

(نشر الطیب، ص۹۔ اشرف علی تھانوی)

(الجزء المفقود من الجزء الاول من المصنف، ص۶۳، ۶۴۔ الطبعۃ الاولی من بیروت)

(مواہب الدنیہ، ج۱، ص۷۱۔ علامہ احمد قسطلانی)

(تاریخ الخمیس، ج۱ ص۱۹۔ علامہ دیار حسین بکری)

(فتاویٰ حدیثیہ، ص۸۵۔ مفتی مکہ علامہ ابنِ حجر مکی)

(مدارج النبوۃ، ۳۶۰۔ محقق علی الاطلاق شاہ عبدالحق محدث دہلوی)

(السیرۃ الحلبیہ، ج۱، ص۳۱۔ علامہ علی بن برھان الدین حلبی)

(عطر الوردہ شرح قصیدہ بردہ، ۲۵۔ علامہ ذوالفقار علی دیوبندی)

(باغِ جنت، ص۳۵۹، ۳۶۰۔ عنایت علی شاہ خلیفۂ اشرف علی تھانوی)

(ذکر النبی ﷺ، ۲۴۔ مولوی مسیح اللہ خان خلیفۂ اشرف علی تھانوی)

مذکورہ حدیث کی سند وصحت اس حدیث کی مکمل سند بیان کر کے پھر راویانِ حدیث کے متعلق لکھا جائے گا۔ عبدالرزاق عن معمر عن ابن المنکدر عن جابر۔

(الجزء المفقود، ص۶۳، ۶۴، طبع بیروت)

پہلے راوی امام عبدالرزاق ہیں امام احمد بن عبداللہ بن الصالح العجلی الکوفی فرماتے ہیں: عبد الرزاق بن همام یمانی ثقة: (معرفۃ الثقات، ج۲، ص۹۳) حافظ ذہبی فرماتے ہیں: قلت وثقه غیر واحدٍ وحدیثه مخرج فی الصحاح۔ (تذکرۃ الحفاظ، ج۱، ص۳۶۴)

دوسرے راوی امام معمر بن راشد ہیں، ان کے متعلق امام محمد بن سعد فرماتے ہیں، وهو ثقة ثبت فاضل. (طبقات ابنِ سعد، ج۵، ص۵۴۶)

امام عجلی فرماتے ہیں: ثقة رجل صالح. (معرفۃ الثقات، ج۲، ص۲۶۶)

ابو حاتم فرماتے ہیں، وھو صالح الحدیث. (الجرح والتعدیل، ج۸، ص۲۵۶)

تیسرے راوی امام محمد بن المنکدر رہیں، ان کے متعلق امام عجلی فرماتے ہیں: محمد بن المنکدر مدنی تابعی ثقة رجل صالح۔ (معرفۃ الثقات، ۲، ص۲۵۴)

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: و قال الحمیدی ھو حافظ وقال ابن معین وابو حاتم ثقة۔ (سیر اعلام النبلاء، ج۵، ص۳۵۴)

مندرجہ بالا حوالہ جات سے صاف ظاہر ہے کہ یہ حدیثِ مبارکہ صحیح السند ہے۔

رسول اللہ ﷺ باعثِ تخلیقِ آدم و آدمیت

(حدیث نمبر۲) امام حاکم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب آدم علیہ السلام سے (اجتہادی) خطا واقع ہوگئی تو انہوں نے عرض کی، اے رب میں تجھ سے بحق محمد (رسول اللہ ﷺ) سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے بخش دے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم تم نے محمد ﷺ کو کیسے جانا؟ حالانکہ میں نے انکو ابھی پیدا نہیں کیا؟ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا، اے رب! جب تو نے مجھے اپنے دستِ قدرت سے پیدا کیا اور تو نے مجھ میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی تو میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو عرش کے پایوں پر لاالہ الااللہ محمدرسول اللہ لکھا ہوا تھا، تو میں نے جان لیا کہ تو نے جس کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملا کر لکھا ہے وہ تجھ کو تمام مخلوق میں سے زیادہ محبوب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم تم نے سچ کہا، وہ مجھے مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہے، اور کیونکہ تم نے ان کے وسیلہ سے سوال کیا ہے اس لئے میں نے تم کو بخش دیا ولولا محمد ما خلقتک، اگر محمد کو پیدا نہ کرتا ہوتا تو تمہیں بھی پیدا نہ کرتا۔

(مستدرک امام حاکم، ج۲، ص۶۷۲، ۴۲۲۸ رقم الحدیث)

امام بیہقی، (دلائل النبوۃ، ص۴۸۹)

امام طبرانی، (معجم صغیر، ج۲، ص۸۲،۸۳)

امام ابنِ جوزی، (الوفا باحوال المصطفیٰ، ص۲۶)

امام جلال الدین سیوطی۔ (خصائص کبریٰ، ج ا، ص ٦)

علامہ ابنِ کثیر نے اس حدیث کو امام حاکم کے حوالے سے بیان کیا ہے۔

(البدایہ والنہایہ، ج ا۔ ص ٨١)

علامہ اشرف علی تھانوی دیوبندی نے اس حدیث کو بیان کیا۔ (نشر الطیب، ١۴، ١٥)

علامہ اشرف علی نے ہی اس حدیث کو اپنے فتاوی میں بیان کیا۔

(امداد الفتاوی۔ ج ۴۔ ص ٥٢٠)

علامہ ابنِ تیمیہ نے اس حدیث کو احادیث صحیحہ کی تفسیر کے درجہ میں لکھا ہے

(مجموع الفتاوی، ج ٢، ص ٩٦)

سید عنایت علی شاہ خلیفۂ اشرف علی تھانوی۔ (باغِ جنت، ٣٦١، ٣٦٢)

مولوی محمد مسیح اللہ خلیفۂ اشرف علی تھانوی۔ (ذکر النبی ﷺ، ٣۴، ٣٥)

علامہ وحید الزمان غیر مقلد اہلحدیث۔ (ہدیۃ المھدی، ۴٩)

رسول اللہ ﷺ وجۂ وجودِ جنت و نار

(حدیث نمبر ٣) امام حاکم اپنی سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی، اے عیسیٰ محمد ﷺ پر ایمان لاؤ اور جو تمہاری امت میں سے ان کا زمانہ پائے اس کو بھی ان پر ایمان لانے کا حکم دو، کیونکہ **فلولا محمد ما خلقت آدم ولولا محمد ما خلقت الجنة والنار** اگر محمد ﷺ نے ہوتے تو میں آدم علیہ السلام کو پیدا نہ کرتا اور اگر محمد نہ ہوتے تو میں جنت اور دوزخ کو پیدا نہ کرتا اور میں نے عرش کو پانی پر پیدا کیا تو وہ ہلنے لگا پھر میں نے اس پر **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** لکھا تو وہ ساکن ہوگیا، یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور امام بخاری اور امام مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔ (مستدرک امام حاکم، ج ٢، ص ٦٧٢)

علامہ محمد عبد الباقی زرقانی نے یہ حدیث امام حاکم اور علامہ ابو الشیخ کے حوالے سے بیان کی، اور لکھا کہ امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا اور علامہ سبکی نے شِفاء السقام میں اور علامہ بلقینی نے اپنے فتاوی میں اس کو صحیح قرار دیا ہے اور کہا کہ اس طرح کی بات رائے سے نہیں کی جا سکتی اس لئے یہ حدیث مرفوع کے

حکم میں ہے علامہ ذہبی کہتے ہیں اس کی سند میں عمرو بن اوس ہے اور معلوم نہیں کہ وہ کون ہے۔ اور امام دیلمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی کہ میرے پاس حضرت جبرائیل آئے اور انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو میں جنت کو پیدا نہ کرتا اور نہ نار کو پیدا کرتا۔

(زرقانی علی المواہب، ج ۱، ص ۴۴)

علامہ ذہبی کو ان مذکورہ احادیث کی سند پر اختلاف ہے۔ لیکن ابنِ تیمیہ کی تصحیح علامہ ذہبی کے قول پر مقدم ہے۔ علامہ ابنِ تیمیہ دوسرے اور تیسرے نمبر والی احادیث کے متعلق لکھتے ہیں:

وھما کالتفسیر للاحادیث الصحیح، یہ دونوں احادیث، صحیح احادیث کی تفسیر کے درجہ میں ہیں۔ (فتاویٰ ابنِ تیمیہ، ج ۲، ص ۱۵۱)

رسول اللہ ﷺ باعثِ تخلیق زمین و آسمان

(حدیث نمبر ۴) علامہ برہان الدین حلبی فرماتے ہیں: **ذکر صاحب کتاب شفاء الصدور فی مختصرہ عن علی ابنِ ابی طالبِ رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ عن اللہ عزوجل قال یامحمد وعزتی وجلالی لولاک ما خلقت ارضی ولا سمائی ولا رفعت ھذہ الخضراء ولا بسطت ھذہ الغبراء**۔ صاحب شفاء الصدور نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اور رسول اللہ ﷺ نے اللہ سے روایت کی، کہ اللہ فرماتا ہے اے محمد: مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو میں زمین نہ پیدا کرتا نہ آسمان پیدا کرتا اور نہ ہی نیلگوں چھت بلند کرتا اور نہ ہی یہ خاکی فرش بچھاتا۔ (سیرتِ حلبیہ، ج ۱، ص ۳۵۷)

(حدیث نمبر ۵) علامہ ملا علی قاری لکھتے ہیں، **فقد روی الدیلمی عن ابن عباسٍ رضی اللہ عنھما مرفوعاً اتانی جبرئیل فقال یامحمد لولاک ماخلقت الجنۃ ولولاک ما خلقت النار وفی روایۃ وبن عساکرِ لولاک ماخلقت الدنیا.**

ترجمہ: دیلمی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما سے مرفوعاً روایت کی، میرے پاس جبرئیل آئے اور کہا یا محمد اگر آپ نہ ہوتے تو میں جنت کو پیدا نہ کرتا، اور اگر آپ نہ ہوتے تو میں نار کو پیدا نہ کرتا، اور ابن عساکر کی روایت میں ہے اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا پیدا نہ کرتا (موضوعاتِ کبیر، ۵۹)

رسول اللہ ﷺ وجہ تخلیقِ کائنات، عقیدۂ امامِ اعظم ابوحنیفہ

انت الذی لولاک ما خلق امرء کلا ولا خلق الوریٰ لولاک

ترجمہ: آپ ﷺ ہی وہ مقدس ذات ہیں کہ اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو کوئی آدمی پیدا نہ کیا جاتا، اور نہ ہی کوئی اور مخلوق پیدا کی جاتی۔ (قصیدۃ النعمان، ۲۹)

قارئینِ کرام؛ یہاں تک یہ چند احادیثِ مبارکہ درج کی گئیں کہ جن میں حضور ﷺ کا اول مخلوق ہونا اور باعثِ تخلیقِ کائنات ہونا، وجہ وجودِ کائنات ہونا، تمام نعمتوں کا منبع، اصل ہونا واضح ہے۔ اب اسی ضمن میں چند حوالہ جات مسلکِ دیوبند کے اکابرین کے پیش کئے جارہے ہیں:

رسول اللہ ﷺ وجہ تخلیق کائنات، علماءِ دیوبند کا عقیدہ

مفتی جمیل احمد تھانوی دیوبندی کا عقیدہ:

ولنورہ فیض نورالھہ من قبل خلق الکائنات سناء

ترجمہ: آپ ﷺ کے نور کو نورِ الٰہی کے فیض سے تمام مخلوقات کی پیدائش سے پہلے ہی چمک دمک تھی۔

اذ تاب آدم داعیاً بمحمدٍ قد قیل کیف علمت وھو خفاء

ترجمہ: جبکہ آدم نے محمد کے نام سے دعا کر کے توبہ کی ان سے کہا گیا کہ محمد کو کیسے تم نے جان لیا حالانکہ وہ خفا میں ہیں۔

فاجاب مکتوب علی العرش اسمہ ومن المحب علی الحبیب ثناء

جواب دیا کہ عرش معلی پر ان کا نام لکھا ہوا ہے اور محبّ کی طرف سے محبوب کی ہی تعریف ہوتی ہے۔

فافادہ الرب الجلیل بانہ لولاہ لم تک انت والاشیاء

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں اگر وہ نہ ہوتے تو تم ہوتے نہ اور چیزیں ہوتیں

(خوشبوئے مصطفیٰ ۱۲۰)

مفتی جمیل دیوبندی ہی فرماتے ہیں۔

باعثِ خلق کون ومکان بھی ابر رحمت دو جہاں بھی
بخشش و رحمت جن کی مسلم صلی اللہ علیہ وسلم

(خوشبوئے مصطفیٰ ۱۶۸)

خواجہ عزیز الحسن خلیفۂ مجاز اشرف علی تھانوی کا عقیدہ

تخلیقِ دوعالم کے ہوئے آپ ہی باعث
دیکھے کوئی شان و سروسامانِ محمد ﷺ

(خوشبوئے مصطفیٰ ۱۴۵)

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا عقیدہ

نہ پیدا اگر ہوتا احمد کا نور
نہ ہوتا دوعالم کا ہر گز ظہور

(کلیاتِ امدادیہ، جہادِ اکبر۔۱۰۸)

راحت وروحِ رواں کائنات زندگانی پرورجاں حیات
باعث ِایجادِ عالم ہے تو ہی موجب بنیادِ آدم ہے تو ہی
گر نہ ہوتا پیدا وہ شاہ نکو یہ نہ ہوتا وہ نہ ہوتا میں نہ تو
ہے وہ سرمایۂ وجودِ کائنات دونوں عالم سے ہے مقصود اسکی ذات

(مثنوی تحفۃ المشتاق، کلیات امدایہ،۱۳۱)

ذاتِ پاک انکی نہ پیدا ہوتی
اگر ہوتے کب ارض وسماء جن و بشر

(غذائے روح، کلیات امدادیہ،۱۵۷)

نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا یقین ہے
ہوا ہے یہ سب کچھ برائے محمد ﷺ

(نالۂ امدادغریب، کلیاتِ امدادیہ،۹۱)

وہ منشا ہے سب اسماء کا وہ مصدر ہر اشیاء کا ہے
وہ سر ظہور و خفا کا ہے سب دیکھو نور محمد ﷺ کا

۔(نالۂ امدادغریب، کلیات امدادیہ۹۱)

علامہ قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند کا عقیدہ

جو تو اسے نہ بناتا تو سارے عالم کو
نصیب ہوتی نہ دولت وجود کی زنہار

آگے لکھتے ہیں:

طفیل آپ کے ہے کائنات کی ہستی
بجا ہے کہیے اگر تم کو مبداء الآثار

آگے لکھتے ہیں:

لگاتا ہاتھ نہ پتلے کو بوالبشر کے خدا
اگر ظہور نہ ہوتا تمھارا آخرکار

(تبلیغی نصاب، فضائلِ درود شریف، ۱۳۸)

سید عنایت علی شاہ خلیفۂ اشرف علی تھانوی کا عقیدہ

وہ ہوتے نہ پیدا تو دنیا نہ ہوتی
یہ دنیا ہے جلوہ ہمارے نبی کا

(باغِ جنت، ۳۶۲)

محمد مسیح اللہ خان شروانی خلیفۂ اشرف علی تھانوی کا عقیدہ

فرماتے ہیں: اللہ اللہ موجودات میں بھی واسطہ اور حصولِ ایمان میں بھی آپ کا واسطہ آگے لکھتے ہیں:

حضرات آپ کا ہی وہ فیضِ وجود نور تھا کہ حضرت نوح علیہ السلام کشتی میں مامون رہے اور یہی وہ نور تھا کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام نارِ نمرودی میں محفوظ رہے اور یہی وہ نور تھا جس کے سبب حضرت اسماعیل علیہ اسلام پر چھری نہ چلی، غرض مقصود آپ کا ہی وجود تھا اور تمام عالم کا وجود میں آنا آپ کے ہی فیض سے ہے اس لئے تمام مخلوقات میں آپ اول المخلوقات بھی ہیں اور افضل المخلوقات بھی ہیں۔

(ذکر النبی ﷺ، 25)

مفتی محمد شفیع دیوبندی محدث و مفتی دیوبند کا عقیدہ

نے نبی پاک ﷺ کو پیدائشِ عالم کا مقصد، لیل ونہار کے انقلاب کی اصلی غرض، آدم اور اولادِ آدم کا فخر لکھا۔ (سیرتِ خاتم الانبیاء ﷺ، ۲۷)

محمد ولی رازی دیوبندی صاحب کا عقیدہ

نبی پاک ﷺ کی ولادت مبارکہ کے وقت کے متعلق لکھتے ہوئے فرماتے ہیں: اسی لمحۂ مسعود و محمود کے لئے سارا عالم مادی کھڑا رہا اور اسی ولدِ مسعود کو ,,لولاک،، کا عہدۂ مکرم عطا ہوا۔ (ہادیٔ عالم ﷺ ۴۳) ولی رازی صاحب نے لولاک کا لفظ لکھا ہے اور اس کا معنی ہم گزشتہ احادیث میں لکھ آیئے ہیں کہ: اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا، اور ولی رازی صاحب کے لکھنے کا مطلب یہاں یہی ہے کہ نبی پاک ﷺ کے طفیل اس دنیا کو پیدا کیا گیا اور یہ شان کسی دوسرے نبی علیہ السلام کو حاصل نہیں۔

علامہ اشرف علی تھانوی دیوبندی کا عقیدہ

علامہ موصوف کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ بابرکات تمام رحمتوں اور نعمتوں کا مادہ اور اصل ہے، (خطباتِ حکیم الامت، ج ۵، ص ۶۲، ۶۴)۔ تفصیل کے لیئے گزشتہ صفحات میں سورت یونس کی آیت ۵۸ کے تحت علامہ اشرف علی کا بیان ملاحظہ فرمالیں۔

سید محمد عابد میاں دیوبندی صاحب کا عقیدہ

آپ ﷺ کے ہی کے نور فیض گنجور سے زمین آسمان عرش کرسی لوح قلم ملائکہ انبیاء اولیا جن وانس وحوش و طیور چرند پرند جمادات نباتات معدنیات وغیرہ وغیرہ تمام مخلوقات پیدا ہوئیں۔

(رحمۃ اللعالمین، ۸۳) یہی سید صاحب موصوف لکھتے ہیں،

ہوا نورِ احد سے نورِ احمد بیگماں پیدا ہوا پھر نورِ احمد سے زمین وآسمان پیدا
نبی کے نور سے سب کچھ ہوا زیر وزبر پیدا کہیں جن وبشر پیدا کہیں شمس وقمر پیدا
وجودِ سرورِ دین سے وجودِ ملک ہستی ہے محمد سے ہوئے ہیں بحر وبر اور خشک وتر پیدا
کوئی پیدا نہ ہوتا عالم ایجاد میں سرور نہ ہوتے سرزمین پر سرورِ عالم اگر پیدا

(رحمۃ اللعالمین، ۶۵)

غیر مقلد یزدانی جالندھری کا عقیدہ

حاصلِ لولاک محبوب خدا پیدا

محرم اسرارِ دانائے دنیٰ پیدا

(صبح سعادت ۲۸)

الحمدللہ تعالیٰ؛ قرآن واحادیث کے مضبوط دلائل سے واضح ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی نعمتِ عظمیٰ ہیں، اوراس کے ساتھ اکابرین مسلکِ دیوبند کے عقائد بھی درج کیئے گئے اور غیر مقلدین کے مشہور و معروف عالمِ دین کا عقیدہ بھی درج کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کا اللہ کی نعمت ہونا فقط اہلسنت کی اختراع نہیں بلکہ یہ ایک مسلمہ عقیدہ اور حقیقت ہے۔

(فائدہ) مذکورہ بالا عنوانات کے تحت احادیث، اقوالِ علماءِ دیوبند واہلحدیث سے یہ ظاہر ہوا کہ رسول اللہ ﷺ عام بشر نہیں بلکہ بے مثل بشر ہیں۔ اگر رسول اللہ ﷺ کے مثل کسی دوسرے بشر میں یہ اوّلیتِ خلق کی صفت پائی جاتی ہے تو تب اسے رسول اللہ ﷺ کی مثل مانا جاسکتا ہے بصورت دیگر یہ بے ادبی اور کفر ہے۔ اوران مذکورہ احادیث اوراقوال سے ظاہر ہے کہ مثلیت دو ہاتھ، دو پاؤں، وغیرہ جسمانی لحاظ سے نہیں، بلکہ مثلیت میں صفات کو دیکھا جائے گا اور اہلسنت کا یہی عقیدہ ہے۔

اس تمام بحث کے بعد اب سورۂ بقرہ کی آیتِ مبارکہ کی جانب توجہ فرمائیں:

یابنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم ترجمہ: اے بنو اسرائیل میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم کو عطا کی۔ (بقرہ، آیت ۴۰) بنو اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں عطا فرمائیں مثلاً انہیں آلِ فرعون سے نجات عطا کی، ان میں بکثرت انبیاءِ کرام مبعوث فرمائے، ان پر من وسلویٰ نازل فرمایا، ان کے لیئے پتھر سے پانی کے بارہ چشمے جاری فرمائے، اوران کو تورات شریف عطا کی کہ جس میں ان کے لیئے مکمل منشورِ حیات تھا جس پر عمل پیرا ہو کر وہ اپنی دنیا وآخرت کو سنوارتے اوراس میں رسول اللہ ﷺ کی صفات کا ذکر بھی فرمایا گیا۔ یہ نعمتیں عام نعمتوں کے علاوہ ہیں جو ان کو بالخصوص عطا کی گئیں تھیں۔ امام بیہقی نے حضرت حسن بصری کا ارشاد نقل فرمایا: فرمایا کہ اس کی نعمت کا ذکر کرو کیونکہ نعمت کا ذکر شکر ہے۔ (شعب الایمان، رقم الحدیث ۴۴۲۱)

نعمتوں کا ذکر درحقیقت نعمت عطا کرنے والے کا شکر ادا کرنا ہی ہے اس آیت سے وجہِ استدلال یہ ہے کہ بنو اسرائیل کو اللہ نے نعمتیں عطا فرمائیں اور ان کو ان نعمتوں کا ذکر کرنے اور یاد کرنے کا حکم دیا سو رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ بابرکات ہم مسلمانوں کے لیئے نعمتِ عظمٰی ہے اور اسی طرح آپ ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری اور آپ ﷺ کی تشریف آوری کا مبارک دن، فضائل، محامد، محاسن، خصائص، معجزات وکمالات بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں۔ آپ ﷺ کی سیرت، صورت معجزات کمالات، خصائص، محامد، محاسن وغیرہ کا ذکر کرنا اللہ تعالیٰ کی نعمتِ عظمٰی پر شکر ادا کرنا ہے۔ اور آپ ﷺ کے میلاد کا دن اظہارِ فرحت و مسرت کے ساتھ منانا نعمتِ عظمٰی پر اللہ کا شکر ادا کرنا ہی ہے۔

حصولِ نعمت پر تحدیثِ نعمت کا حکم اور میلاد منانے پر استدلال

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ پاک ہے: واما بنعمة ربک فحدث.

ترجمہ: اور اپنے رب کی نعمتوں کا (خوب) ذکر کرو۔ (الضحیٰ، ۱۱)

حَدِّث لفظ فعلِ امر واحد مذکر کا صیغہ ہے اس کا مصدر تحدیث ہے اس کا معنی بیان کرنا اور خبر دینا بھی ہے (المنجد اردو، ص، ۱۴۱) لہٰذا اس لفظ حدّث کا معنی یہ بھی ہے، بیان کرو، خبر دو۔

مشہور دیو بندی مکتبۂ فکر کے نامور عالم جنہیں مسلکِ دیو بند میں شیخ الہند کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے انہوں نے بھی اس لفظ کا ترجمہ، بیان کرو، کیا ہے۔ (ترجمۂ قرآن مع تفسیرِ عثمانی سورۃ الضحیٰ آیۃ، ۱۱) اس لفظ کا معنی،، ذکر کرو،، بھی مناسب ہے ذکر لفظ کا معنی یہ بھی ہے،، بات کرنا،، (المنجد اردو ۲۶۳) یہاں علامہ مفتی شفیع دیو بندی صاحب کی تفسیر درج کرنا مناسب ہے۔

مفتی شفیع صاحب فرماتے ہیں: حدّث،، تحدیث سے مشتق ہے جس کے معنی بات کرنے کے ہیں مراد یہ ہے کہ اپ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا لوگوں کے سامنے ذکر کیا کریں کہ یہ بھی ایک طریقۂ شکر گزاری کا ہے ۔(معارف القرآن، ج ۸، ص ۷۶۸)

سو معلوم ہوا کہ بیان کرنے اور ذکر کرنے کا تعلق لوگوں کے ساتھ ہے۔ اور جو نعمت اللہ کی عطا کردہ ہے اس نعمت کو کھلم کھلا اور واشگاف الفاظ کے ساتھ بیان کرنا ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ نعمت کو بیان اور ذکر کر کے خوب چرچا کیا جائے تو بھی بے جا نہیں۔ اس ،،خوب چرچا،، کے حوالے سے مناسب سمجھتا ہوں کہ

علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب (جو مسلک دیوبند میں شیخ الاسلام کے لقب سے یاد کیئے جاتے ہیں اور محدث دارلعلوم دیوبند تھے) نے اس آیت کی تفسیر بیان فرمائی وہ درج کی جائے۔

علامہ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں: محسن کے احسانات کا بہ نیتِ شکر گزاری (نہ بقصدِ فخر ومباہات) چرچا کرنا شرعاً محمود ہے خصوصاً وہ نعمت ہدایت جس کا ذکر، ووجدک ضالاً فھدی،، میں ہوا۔اس کا لوگوں میں پھیلانا اور کھول کھول کر بیان کرنا تو آپ کا فرضِ منصبی ہے (ترجمۂ قرآن محمود حسن مع تفسیر عثمانی، الضحیٰ ،حاشیہ نمبر۳) علامہ محمد جونا گڑھی غیر مقلد نے اس لفظ کا ترجمہ،، بیان کرتا رہ،، کیا۔ (الضحیٰ، ۱۱) اس ترجمہ کے تفسیری حاشیہ میں صلاح الدین یوسف صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں: اللہ نے جو تجھ پر احسانات کیئے ہیں مثلاً ہدایت اور نبوت ورسالت سے نوازا یتیمی کے باوجود تیری کفالت وسرپرستی کا انتظام کیا تجھے قناعت وتونگری عطا کی وغیرہ انہیں جذبات تشکر وممنونیت کے ساتھ بیان کرتا رہ۔اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے انعامات کا تذکرہ اوران کا اظہار اللہ کو پسند ہے۔ (الضحیٰ ۱۱، تفسیری حاشیہ ٦)

مذکورہ بالا تراجم اور تفسیری اقوال سے یہ ثابت اور ظاہر ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر کھلے عام اور واضح الفاظ کے ساتھ لوگوں سے نعمتوں کا بیان وذکر اور اظہار کرنا اللہ کا شکر ادا کرنا ہے اور تحدیثِ نعمت سے مراد بھی یہی ہے۔تحدیث نعمت تنہا نہیں ہوسکتی لازماً نعمت کا ذکر اور بیان اور خوب چرچا لوگوں کے درمیان ہی ہوسکتا ہے تنہائی میں تو خوب چرچا ہو نہیں سکتا لہٰذا لوگوں کے سامنے نعمت کا ذکر و بیان اور خوب چرچے کے لیئے مجالس سیرۃ النبی، جلسۂ معراج النبی، غزاوات النبی، اور دیگر ناموں کے ساتھ کانفرنسز، سیمینارز، قائم کرنا، اور عظمت وشانِ مصطفیٰ کے جلوس (مثلاً تحفظِ ناموسِ رسالت کے جلوس) اللہ تعالیٰ کی اس نعمت عظمیٰ ونعمت کبریٰ کے ذکر و بیان اور خوب چرچے کے بہترین طریقے ہیں۔اور محفلِ میلاد بھی اس نعمت کے بیان اور خوب چرچے کا ایک ذریعہ اور رب کی نعمت پر شکر ادا کرنا ہی ہے۔

احادیثِ مبارکہ سے میلاد منانے پر استدلال

یہاں احادیث مبارکہ سے ماخوذ عنوانات کے تحت احادیث کو درج کیا جا رہا ہے۔

یومِ عاشورہ کا روزہ رکھنے کا حکم اور میلاد منانے پر استدلال

عن ابنِ عباس قال قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ فرای الیہود تصوم یوم

عاشوراء فقال ما هذا قالوا هذا يوم صالح هذا يوم نجی الله بنی اسرائیل من عدوهم فصامه موسیٰ قال فانا احق بموسیٰ منکم فصامه و امر بصیامه.

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کی نبی پاک ﷺ مدینہ تشریف لائے، تو آپ ﷺ نے یہودیوں کو بھی دیکھا کہ وہ عاشورا کے دن کا روزہ رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ان سے اس کا سبب دریافت فرمایا تو انہوں نے بتایا کہ یہ ایک اچھا دن ہے، اسی دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن (فرعون) سے نجات دلائی تھی اس لیئے موسیٰ علیہ السلام نے اس دن کا روزہ رکھا تھا۔ (باب صیامِ یومِ عاشوراء۔ کتاب الصوم تفہیم البخاری شرح بخاری ج ۱۔ مترجم وشارح علامہ ظہور الباری اعظمی فاضلِ دیوبند)

حدیثِ مذکور اور علامہ ابن حجر عسقلانی کا موقف

علامہ جلال الدین سیوطی نے شیخ الاسلام امام ابنِ حجر عسقلانی کا حدیث یومِ عاشوراء کے تحت موقف اپنی کتاب حسن المقصد فی عمل المولد میں بیان کیا ہے۔

علامہ ابنِ حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

وقد ظهر لی تخریجها علی اصل ثابت، وهو ثابت فی الصحیحین من ان النبی ﷺ قدم المدینة فوجد الیهود یصومون یوم عاشوراء، فسئلهم؟ فقالوا: هو یوم أغرق الله فیه فرعون ونجّی موسیٰ، فنحن نصومه شکراً لله تعالیٰ،، فیستفاد منه فعل الشکر لله علیٰ ما منّ به فی یومٍ معین من إسداءِ نعمة اودفع نقمة، و یعاد ذلک فی نظیر ذلک الیوم من کل سنة والشکر لله تعالی یحصل بانواع العبادة کاسجود والصیام والصدقة والتلاوة،، وای نعمة اعظم من النعمة بیروز هذاالنبی. نبی الرحمة. فی ذلک الیوم، وعلی هذا فینبغی ان یتحریٰ الیوم بعینه حتیٰ یطلق قصة موسیٰ فی یوم عاشوراء، ومن لم یلاحظ ذلک لا یبالی بعمل المولد فی ای یوم من الشهر. بل توسع قوم فنقلوه الی یوم من السنة

ترجمہ: مجھے اصلِ ثابت پر (یعنی حدیث یوم عاشوراء پر) میلاد کی تخریج ظاہر ہوئی ہے۔ اور وہ اس طرح کہ بخاری ومسلم میں ثابت ہے کہ نبی ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو یہود کو عاشوراء کے دن روزہ

رکھتے ہوئے پایا۔اور جب ان سے اس کو متعلق پوچھا تو یھود نے کہا کہ عاشوراء کے دن اللہ نے فرعون کو غرق کیا اور موسیٰ علیہ السلام کو نجات دی۔اس لیئے ہم اس کے شکریہ میں روزہ رکھتے ہیں۔جس دن اللہ نے کوئی احسان فرمایا، یا کوئی نعمت عطا فرمائی یا کوئی مصیبت دور فرمائی اس معین دن میں شکر بجالانا اور ہر سال اسی دن اس کا اعادہ کرنا اس حدیث سے ثابت ہے۔اور اللہ کا شکر مختلف عبادات مثلاً نماز ،روزہ،صدقہ،تلاوتِ قرآن کریم وغیرہ سے ادا کیا جا سکتا ہے۔اور حضور نبی کریم کہ جو نبی رحمت ہیں آپ ﷺ کی ولادت سے بڑھ کر اللہ کی نعمتوں میں سے کون سی نعمت ہوگی۔اس لیئے مناسب ہے کہ خاص یومِ ولادت کی ہی کوشش کی جائے تا کہ عاشوراء کے دن موسیٰ علیہ السلام کے قصہ سے مطابقت ہو جائے۔اور جو اس دن کا لحاظ نہ رکھ سکیں تو وہ سال کے کسی بھی دن یا اس ماہ مقدسہ کے کسی بھی دن میلاد کر سکتے ہیں۔ (حسن المقصد فی عمل المولد،الحاوی للفتاویٰ،ص ۲۰۵،۲۰۶)

حدیثِ مذکورا اور امام ابنِ حجر عسقلانی کے موقف سے واضح ہوگیا کہ جس دن اللہ تعالیٰ نے کسی قوم کو بالخصوص کوئی نعمت عطا کی ہو یا کسی نبی علیہ السلام کو کوئی نعمت عطا کی ہو تو اس دن اس نعمت کا شکر ادا کرنا سنتِ نبوی ﷺ ہے۔

یہود اس مبارک دن کو اظہارِ فرحت وخوشی کے ساتھ مناتے تھے درج ذیل حدیث مبارک ملاحظہ فرمائیں۔

امام بخاری حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

قال کان اھل خیبر یصومون یوم عاشورآء یتخذونہ عیداً و یلبسون نساء ھم حلیھم وشارقھم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصوموہ انتم.

ترجمہ:حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں خیبر کے یہودی عاشوراء کا روزہ رکھا کرتے تھے اور اس دن کو اپنی عید قرار دیتے تھے،اپنی خواتین کو زیورات پہناتے اور ان کا بناؤ سنگھار کرتے ،رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم بھی اس دن روزہ رکھو۔

(باب صومِ عاشوراء،کتاب الصیام،مسلم شریف۔رقم الحدیث ۲۵۵۷)

یہود کا اس دن میں فرحت اور خوشی کا اظہار کرنا لفظ ،،عید،، سے ثابت ہے۔کیونکہ وہ اس دن اپنی عورتوں کو زیورات پہناتے اور ان عورتوں کا خوب بناؤ سنگھار کرتے۔یہود اس دن کی تعظیم بھی کیا کرتے تھے ،درج ذیل حدیثِ مبارک سے ظاہر ہے:امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

سے روایت کرتے ہیں

قال، دخل النبی صلی الله علیه وسلم المدینة واذا اناس من الیهود یعظمون عاشوراء ویصومونه ،فقال النبی صلی الله علیه وسلم نحن احق بصومه فامر بصومه۔

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے ملاحظہ فرمایا کہ یہود عاشوراء کے دن کی تعظیم کرتے ہیں اور اس دن روزہ رکھتے ہیں۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ ہم اس دن روزہ رکھنے کے زیادہ حق دار ہیں، چنانچہ آپ ﷺ نے اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ (بخاری شریف ج۲،ص۹۷۵۔مترجم وشارح علامہ ظہور الباری فاضلِ دیوبند)

مذکورہ بالا یومِ عاشوراء کے متعلق روایات سے یہ معلوم ہوا کہ یہود کے نزدیک موسیٰ علیہ السلام کی فتح اور ان کی فرعون سے نجات کی وجہ سے یہ دن خوشی کا دن تھا جس وجہ سے وہ اسے بطورِ عید مناتے اور اس دن کی تعظیم کرتے اور اپنی عورتوں کو بھی خوب زیورات پہناتے اور بناؤ سنگھار کرتے اور اس نعمت کے شکرانہ میں روزہ رکھتے اور رسول اللہ ﷺ نے اس روزہ کو مسلمانوں میں جاری رکھا جس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ دن مسلمانوں کے لیئے بھی تعظیم کا دن ہے، شکرانہ نعمت کا دن ہے، اظہارِ مسرت وفرحت وخوشی کا دن ہے۔ اگر یہود اپنی آزادی اور موسیٰ علیہ السلام کی فتح کی خوشی میں اس یوم کو مناتے ہیں تو مسلمان اس سے زیادہ حق رکھتے ہیں کہ وہ تمام نعمتوں کی اصل اور مادہ، تمام نعمتوں کی جان، اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت کی ولادت مبارکہ پر خوشیاں منائیں اور جس دن رسول اللہ ﷺ کی ولادت و بعثت ہوئی اس دن کی تعظیم کریں اور اس دن کو روزہ رکھ کر یا کوئی بھی عبادت بجالا کر اللہ تعالیٰ کے حضور شکر ادا کریں، اور اس دن میں بناؤ سنگھار کر کے فرحت وخوشی کا اظہار کریں۔ اور اس دن کو رسول اللہ ﷺ کے میلاد کی خوشی میں عید کے طور پر منائیں۔

رسول اللہ ﷺ کا یومِ ولادت پر روزہ رکھنا، میلاد منانے پر استدلال

امام مسلم حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

ان رسول الله صلی الله علیه وسلم سئل عن صوم یوم الاثنین فقال فیه ولدت وفیه انزل علی.

ترجمہ: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پیر کے دن روزہ رکھنے کے

بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس دن میں پیدا ہوا اور اسی دن مجھ پر وحی نازل کی گئی۔

(باب استحباب صیام ثلثۃ ایام من کل شھر وصوم یوم عرفۃ وعاشوراء۔ کتاب الصیام، مسلم شریف)

رسول اللہ ﷺ نے پیر کے دن روزہ رکھتے تھے اور وجہ یہ بیان فرمائی کہ اس دن آپ ﷺ کی ولادت مبارکہ ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ کا اپنے میلاد کے دن روزہ رکھنا اللہ تعالیٰ کے حضور اظہارِ شکر اور اس دن کی تعظیم تھا۔ اہل ایمان رسول اللہ ﷺ کی ولادت کے مبارک دن کی تعظیم کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمتِ کبریٰ و عظمیٰ کا ذکر کرتے ہیں روزہ رکھتے ہیں اور اس دن صدقات و خیرات کرتے ہیں۔

اگر دن کے حوالے سے دیکھا جائے کہ رسول اللہ ﷺ کی ولادتِ مبارکہ پیر کے دن ہوئی تو ہر پیر کے دن خصوصیت کے ساتھ اہلِ ایمان کا روزہ رکھنے اور اس دن میلاد کی محفل قائم کر کے سرکارِ کل جہاں کا ذکر کر کے اللہ کا شکر ادا کرنے اور اس دن کی تعظیم کرنے کی اصل یہ حدیث شریف ہے۔ اسے ہفتہ وار میلاد منانا بھی کہا جا سکتا ہے۔ اور اگر تاریخ ولادت کے حوالے سے دیکھا جائے کہ رسول اللہ ﷺ کی ولادتِ مبارکہ ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی اور اہلِ ایمان سالانہ ماہ ربیع الاول میں اس تاریخ میں روزہ رکھ کر، دیگر صدقات و خیرات کر کے، میلاد کی محفل قائم کر کے رسول اللہ ﷺ کا ذکرِ خیر کر کے، خوشی و فرحت کا اظہار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور شکر ادا کرتے ہیں تو اس کی اصل یہ حدیث شریف ہے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ پاک تشریف لائے تو یہود کو یوم عاشوراء کا روزہ رکھتے ہوئے پایا، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تم اس دن روزہ کیوں رکھتے ہو؟ تو یہود نے کہا کہ اس دن اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو فرعون سے نجات عطا فرمائی اور فرعون اور اسکی قوم کو غرق کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس دن بطورِ شکرانہ روزہ رکھا اس لیئے ہم بھی اس دن روزہ رکھتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حضرت موسیٰ کی نعمت پر شکر ادا کرنے کے معاملے میں ہم تم سے زیادہ حق رکھتے ہیں پھر رسول اللہ ﷺ نے خود بھی اس دن کا روزہ رکھا اور ہمیں بھی اس دن کا روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔ (صحیح مسلم، باب صوم یوم عاشوراء، کتاب الصیام) اہلسنت بالخصوص ۱۲ ربیع الاول اور بالعموم تمام سال میں کسی نہ کسی دن میلاد کی محافل کا انعقاد کرتے رہتے ہیں اور محافل میلاد کو صرف ۱۲ تاریخ کے ساتھ مقید نہیں کرتے اور نہ ہی اس ماہ اور اس دن میں محافل میلاد کے انعقاد کو لازم جانتے ہیں

البتہ اس ماہ کی ۱۲ تاریخ میں محافل کے انعقاد پر دوام کرتے ہیں اور مستحب کام پر دوام کی ممانعت ثابت نہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا اپنا عقیقہ کرنا اور میلاد منانے پر استدلال

رسول اللہ ﷺ کا عقیقہ آپ ﷺ کے دادا جان حضرت عبدالمطلب نے آپ ﷺ کی ولادت کے ساتویں دن کر دیا تھا۔ علامہ ابنِ قیم نے ساتویں روز آپ کا عقیقہ لکھا۔ (زادلمعاد، ج۱، ص۸۱)

علامہ ابنِ عبدالبر نے (استیعاب، ج۱، ص۵۱) میں۔ علامہ صفی الرحمان مبارک پوری نے (الرحیق المختوم، ص۸۳) میں۔

لیکن بعد از اعلانِ نبوت رسول اللہ ﷺ نے خود اپنا عقیقہ کیا۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: ان النبی ﷺ عق عن نفسه بعد النبوة۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے اعلانِ نبوت کے بعد اپنا عقیقہ کیا۔ (سنن الکبریٰ، ج۹، ص۳۰۰)

رسول اللہ ﷺ کے دادا جان نے جب رسول اللہ ﷺ کا عقیقہ کر دیا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے اعلانِ نبوت کے بعد کیوں اپنا عقیقہ کیا؟

حدیث شریف میں اگرچہ ,,عق،، کا لفظ ہے یعنی رسول اللہ ﷺ نے اپنا عقیقہ کیا، لیکن حقیقت میں یہ عقیقہ اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی ولادت اور بعثت پر اظہارِ تشکر تھا۔ اس عقیقہ والی حدیث مبارک کے تحت علامہ جلال الدین سیوطی کا میلاد منانے پر استدلال یہاں لکھا جا رہا ہے۔

حدیثِ مذکور اور علامہ جلال الدین سیوطی کا موقف

علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں: وظهر لی تخریجه علیٰ اصل اخر، وهو ما اخرجه البیهقی، عن انس رضی اللہ عنه ان النبی ﷺ عق عن نفسه بعد النبوة، مع انه قد ورد انّ جده عبد المطلب عق عنه فی سابع ولادته، والعقیقة لا تعاد مرة ثانیة، فیحمل ذلک علیٰ ان الذی فعله النبی ﷺ اظهارا للشکر علیٰ ایجاد اللہ ایاه رحمة للعالمین وتشریع لامته کما کان یصلی علیٰ نفسه، لذلک، فیستحب لنا ایضاً اظهار الشکر بمولده بالاجتماع واطعام الطعام، ونحو ذلک من وجوه القربات واظهار المسرات۔

ترجمہ: مجھ پر (میلاد منانے پر) ایک دلیل اور ظاہر ہوئی وہ یہ کہ بیہقی سنن الکبریٰ میں حضرت انس رضی

اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اعلانِ نبوت کے بعد اپنا عقیقہ کیا حالانکہ احادیث مبارکہ میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کے دادا جان عبد المطلب نے آپ ﷺ کی ولادت کے ساتویں دن آپ ﷺ کا عقیقہ کر دیا تھا اور عقیقہ دوبارہ نہیں کیا جاتا، تو معلوم ہوا کہ آپ نے اپنی پیدائش، اپنی رحمت اللعالمینی اور بعثت پر اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرنے کے لیئے یہ عقیقہ کیا تھا اس لیئے اب ہمارے لیئے مستحب ہے کہ ہم آپ ﷺ کے میلاد کی خوشی میں محافل کا انعقاد کریں، اور کھانا کھلائیں، اوران کے علاوہ دیگر عبادات کریں اور خوشی کا اظہار کریں۔(حسن المقصد، الحاوی للفتاویٰ، ص ۲۰۶)

ابولہب کے عذاب میں تخفیف، اور میلاد منانے پر استدلال

جو حدیث یہاں درج کی جارہی ہے وہ طویل ہے بقدرِ ضرورت حصہ لکھنے پر اکتفاء کیا جارہا ہے۔

قال عروة وثويبة مولاة لابی لهب كان ابولهب اعتقها فارضعت النبی ﷺ فلما مات ابولهب اريه بعض اهله بشر حيبة قال له ماذا لقيت قال ابولهب لم الق بعدكم غير انی سقيت فی هذه بعتاقتی ثويبة۔

ترجمہ: عروہ نے بیان کیا کہ ثویبہ ابولہب کی کنیز تھی، ابولہب نے انہیں آزاد کر دیا تھا اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دودھ پلایا تھا، ابولہب کی موت کے اسے ایک رشتہ دار (عباس رضی اللہ عنہ) نے خواب میں دیکھا کہ برے حال میں ہے، اور خواب میں ہی اس سے پوچھا کہ کیسی گزری؟ ابولہب نے کہا تم لوگوں سے جدا ہونے کے بعد میں نے کوئی خیر نہیں دیکھی، صرف اس انگلی کے ذریعہ سے سیراب کر دیا جاتا ہوں، کیونکہ میں نے اس کے اشارہ سے ثویبہ کو آزاد کر دیا تھا۔

(باب وامهاتكم التی ارضعنكم ويحرم من الرضاعة ما يحرم من النسب، تفہیم البخاری شرح بخاری اردو، علامہ ظہور الباری دیوبندی) علامہ سہیلی امام بخاری کی روایت کو لکھنے کے بعد مزید آگے لکھتے ہیں کہ: ابولہب کے بھائی عباس نے ابولہب کے مرنے کے ایک سال بعد خواب میں دیکھا وہ برے حال میں تھا، ابولہب نے کہا میں نے تمہارے بعد کوئی آرام نہیں پایا لیکن ہر پیر کے روز میرے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ پیر کے دن پیدا ہوئے تھے اور ثویبہ نے ابولہب کو رسول اللہ ﷺ کی ولادت کی خوشخبری سنائی تھی، اور ابولہب سے کیا تھا کہ کیا

تمہیں خبر نہیں کہ تمہارے بھائی کے گھر بیٹا پیدا ہوا ہے۔ابولہب نے اسے کہا کہ جا تو آزاد ہے۔

(الروض الانف، ج ۳، ص ۹۸، ۹۹) اس حدیث مبارکہ کے تحت محدثین کرام کی تصریحات پیش کی جارہی ہیں

حدیثِ مذکور اور حافظ شمس الدین بن الجزری کا موقف

فاذا کان ابولهب الکافر الذی نزل القرآن بذمه جوزی فی النار بفرحه لیلة مولد النبی ﷺ به فما حال المسلم الموحد من امة النبی ﷺ یسر بمولده و یبذل ما تصل الیه قدرة فی محبته ﷺ؟ عمری انما یکون جزائوه من الله الکریم ان یدخله بفضله جنات النعیم، ترجمہ: ابولہب کہ جس کی مذمت میں قرآن نازل ہوا، اس نے رسول اللہ ﷺ کی ولادت کی شب خوشی کی اور اسے اس کی صلہ میں جہنم میں جزا دی گئی تو وہ شخص جو مسلمان، موحد ہو اور آپ کا امتی ہو وہ اگر آپ ﷺ کی ولادت کی خوشی منائے اور قدرت کے مطابق رسول اللہ ﷺ کی محبت میں خرچ کرے تو اس کی جزا کا کیا عالم ہوگا۔اس کی جزا یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے فضل سے جنۃ النعیم میں داخل کرے گا۔(حسن المقصد فی عمل المولد، الحاوی للفتاوٰی، ص ۲۰۶)

علامہ سیوطی کا اپنا موقف میلاد منانے کے حوالے سے یہی ہے۔

علامہ قسطلانی نے بھی حافظ ابنِ جزری کے بیان کو نقل کیا ہے اور ان کا بھی موقف میلاد النبی کے سلسلے میں یہی ہے۔(مواہب لدنیہ، ج ۱، ص ۲۷)

حدیثِ مذکور اور حافظ شمس الدین بن ناصر الدین الدمشقی کا موقف

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

وقال الحافظ شمس الدین بن ناصر الدین الدمشقی فی کتابه المسمی "مورد الصادی فی مولد الهادی"، قد صح ان ابالهب یخفف عنه عذاب النار فی یوم الاثنین لاعتاقه ثویبة سروراً بمیلاد النبی ﷺ، ثم انشد؛

اذا کان هذا کافراً جاء ذمه	وتبت یداه فی الجحیم مخلداً
اتی انه فی یوم الاثنین دائما	یخفف عنه للسرو ربا حمدا
فما الظن بالعبد الذی طول عمره	باحمد مسروراً ومات موحداً

ترجمہ: بالتحقیق یہ بات صحیح ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے میلاد کی خوشی میں ثویبہ کو آزاد کرنے کے بدلہ میں ہر پیر کے روز ابولہب کے عذاب میں کمی جاتی ہے۔

جب ابولہب جیسے کافر کہ جس کی مذمت قرآن کریم میں بیان ہوئی کہ اس کے ہاتھ جہنم میں بھی ہمیشہ ٹوٹتے رہیں گے، رسول اللہ ﷺ کے میلاد کی خوشی منانے کی وجہ سے ہر پیر کے روز اس کے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے تو کتنا خوش قسمت ہوگا وہ شخص جس کی تمام عمر عبادت اور رسول اللہ ﷺ کے میلاد کی خوشی میں بسر ہوئی اور وہ حالت ایمان میں فوت ہوا۔ (حسن المقصد، الحاوی للفتاوی، ۲۰۶)

حدیث مذکورہ اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی کا موقف

دراینجا سند است مراہل موالید را کہ در شب میلاد آنحضرت سرور کنند و بذل اموال نمایند یعنی ابولہب کہ کافر بود، وقرآن بمذمت وے نازل شدہ، چوں بسرور میلاد آنحضرت، و بذل شیر جاریہ وے بجہت آنحضرت جزا دادہ شد تا حال مسلمان کہ مملوست بمحبت و سرور و بذل مال در وے چہ باشد۔

ترجمہ: اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کی ولادت کی شب میلاد کی محفل منعقد کرنے والوں اور اس پر خوشی منانے والوں کے لئے دلیل ہے، کہ وہ محفل میلاد کے سلسلہ میں مال خرچ کریں کیونکہ ابولہب جو کافر تھا کہ جس کی مذمت میں قرآن نازل ہوا جب اس نے رسول اللہ ﷺ کے میلاد کی خوشی کی اور اس کو اسکی جزا ملی تو جو مسلمان رسول اللہ ﷺ کی محبت اور خوشی میں مال خرچ کریں گے ان کی جزا کا کیا عالم ہوگا؟۔

(مدارج النبوۃ، ج۲، ص۱۹)

حدیث مذکور اور علامہ ملا علی قاری کا موقف

ملا علی قاری ابولہب کے عذاب میں تخفیف والی روایت لکھنے کے بعد فرماتے ہیں:

قال ابن جوزی فاذا کان ھذا ابولھب الکافر الذی نزل القرآن بذمہ جوزی فی النار بفرحۃ لیلۃ مولد النبی ﷺ، فما حال المسلم الموحد من امتہ یسر بمولدہ، ویبذل ما اتصل الیہ فی محبتہ، لعمری، انما یکون جزائہ من اللہ الکریم ان یدخلہ بفضلہ العمیم جنات النعیم.

ترجمہ: ابن جوزی نے کہا، پس جب یہ ابولہب کافر کہ جس کی مذمت میں قرآن نازل ہوا اس کو بھی رسول

اللہ ﷺ کے میلاد کی رات خوشی منانے کا صلہ نار میں بھی دیا گیا تو جو آپ ﷺ کا مسلمان موحد امتی آپ ﷺ کے میلاد کی خوشی منائے اور آپ ﷺ کی محبت میں جو اس کو میسر ہو اس کو خرچ کرے تو اس کے اجر کا کیا عالم ہوگا۔ قسم اس کی جس کے قبضہ میں زندگی ہے ایسے شخص کی جزا اللہ کریم کی طرف سے یہی ہوگی کہ اس کو اللہ تعالیٰ جنت نعیم میں داخل فرمائے۔(المورد الروی فی مولد النبی ﷺ،۴۴)ان جلیل القدر محدثین کہ جن پر ہر مکتبہ فکر کا اعتماد ہے کا موقف لکھنے کے بعد میلاد منانے کے متعلق یہ کہنا کہ یہ اہلسنت بریلوی مکتبۂ فکر کی اختراع ہے بالکل غلط ہے۔ اگر میلاد منانا غلط ہے تو ان محدثین کرام کے متعلق کیا کہا جائے گا؟ کیا ان علما محدثین کو بھی بریلوی کہہ کر میلاد منانے کو ان کی اختراع کہا جائے گا؟ مذکورہ بالا حدیث کے تحت ہم دیو بندی مکتبۂ فکر کے جید علماء کرام کا موقف درج کر رہے ہیں:۔

حدیثِ مذکورہ اور علامہ مفتی عبدالحیٔ لکھنوی کا موقف

پس جب ابولہب ایسے کافر پر آپکی ولادت کی خوشی کیوجہ سے عذاب میں تخفیف ہوگئی تو جو کوئی امتی آپ کی ولادت کی خوشی کرے اور اپنی مقدرت کے موافق آپکی محبت میں خرچ کرے کیونکر اعلیٰ مرتبہ کو نہ پہنچے گا جیسا کہ ابنِ جوزی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے:۔

(فتاویٰ عبدالحیٔ، کتاب الحظر والاباحت، ج۲، ص۲۸۲)

حدیث مذکور مفتی رشید احمد لدھیانوی دیو بندی کا موقف

جب ابولہب جیسے بد بخت کافر کے لئے میلاد النبی ﷺ کی خوشی کی وجہ سے عذاب میں تخفیف ہوگئی تو جو کوئی امتی آپ ﷺ کی ولادت کی خوشی کرے اور حسب وسعت آپ کی محبت میں خرچ کرے تو کیوں کر اعلیٰ مراتب حاصل نہ کرے گا۔(احسن الفتاویٰ، ج۱، ص ۳۴۷، ۳۴۸)

حدیث مذکور اور عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نجدی کا موقف

محمد بن عبدالوہاب نجدی کے بیٹے نے لکھا ہے: علامہ ابنِ جوزی فرماتے ہیں، جب ابولہب کافر کا جس کی مذمت قرآن میں بیان کی ہے آپ ﷺ کی ولادت پر خوش ہونے کی وجہ سے یہ حال ہے، تو آپ کی امت کے اس موحد مسلمان کا کیا کہنا، جو آپ ﷺ کی ولادت پر مسرور اور خوش ہے:۔

(سیرۃ الرسول، ص۳۲، مترجم اردو محمد اسحاق غیر مقلد)

حدیثِ مذکور سے متعلق اعتراض اور اسکا جواب

اعتراض:۔ ابولہب کے بھائی حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ خواب دیکھا تھا جبکہ وہ اس وقت حالتِ کفر میں تھے تو ایک کافر کے خواب سے کوئی مسئلہ کیسے ثابت ہو سکتا ہے؟ جواب نمبرا:۔ حضرت یوسف علیہ السلام سے دوران قید، قید خانے میں دو کافروں نے اپنے خواب بیان کئے اور آپ علیہ السلام نے ان کا شرعاً اعتبار فرمایا جیسا کہ سورۂ یوسف میں بیان کیا گیا ہے۔

جواب نمبر۲:۔ امت کے جلیل القدر علما محدثین نے اس خواب کی روشنی میں میلاد النبی کی خوشیاں منانے اور رسول اللہ ﷺ کی محبت میں خرچ کرنے کے جواز پر استدلال کیا ہے۔ جیسا کہ چند محدثین کرام اور علماءِ دیوبند کے اسماء اور ان کے موقف کو گزشتہ سطور میں بیان کیا ہے۔ اگر یہ غیر معتبر ہے تو یہ محدثین علما اور علماءِ دیوبند اس سے رسول اللہ ﷺ کے میلاد کی خوشی میں خرچ کرنے پر استدلال نہ کرتے۔

اعتراض:۔ کافر کے عذاب میں تخفیف کیسے ہو سکتی ہے، اس کو نیک اعمال پر اجر و ثواب نہیں ملتا؟

جواب نمبرا:۔ کافر سے کلیتاً عذاب رفع نہیں ہوتا جیسا کہ علامہ انور شاہ کشمیری محدثِ دیوبند نے اس خواب کا شرعاً اعتبار کیا ہے تبھی تو لکھتے ہیں:

فیه دلیل ان طاعات الکفار تنفع شیئاً ﷺ ولو لم تدرء العذاب،

ترجمہ: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کفار کے نیک اعمال سے ان کو فائدہ پہنچتا ہے لیکن مکمل طور پر ان سے عذاب نہیں ہٹتا۔ (فیض الباری، ج۴، ص۲۷۸)

جواب نمبر۲:۔ یا تو یہ تخفیف ابولہب کے ساتھ خاص ہے،

علامہ عینی شارح بخاری اپنی بخاری کی شرح میں امام قرطبی مالکی کا قول نقل فرماتے ہیں:

هذا التخفیف خاص بهذا وبمن ورد النص فیه،

ترجمہ: یہ تخفیف ابولہب کے ساتھ اور جن کفار کے متعلق نص وارد ہوئی خاص ہے۔

(عمدۃ القاری، ج۲۰، ص۹۵)

علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی امام قرطبی کا قول نقل فرمایا ہے اور علامہ ابن حجر نے لکھا ہے کہ قاعدہ یہی ہے کہ کافر کے عذاب میں تخفیف نہیں ہوتی، لیکن اللہ مالک ہے جسے چاہے اپنے فضل سے اس قاعدہ سے مستثنیٰ کردے

اور اس کے عذاب میں تخفیف کردے۔ (فتح الباری، ج ۹، ص ۱۴۶)

12 ربیع الاول کے دن سوگ نہ کرنے پر اعتراض اور اسکا جواب

یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی پیدائش کا دن آپ ﷺ کی وفات کا دن بھی ہے۔ لہٰذا اس دن سوگ منانا چاہیئے۔

گزشتہ صفحات میں تفصیل کے ساتھ اور مظبوط دلائل کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت ۱۲ ربیع الاول شریف کو ہوئی اور آپ ﷺ کی وفات پہلی یا دو ربیع الاول کو ہوئی۔ جب ولادت مبارکہ ۱۲ ربیع الاول کو نہیں ہوئی تو یہ اعتراض اٹھ گیا کہ اس دن سوگ کیوں نہیں منایا جاتا۔

قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اللہ کی نعمتِ عظمٰی اور رحمت ہیں اور حصولِ نعمت کے دن خوشی منانا، یادگار منانا، اور خوشی کا اظہار کر کے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا عین حکمِ قرآن پر عمل ہے۔ اور بالخصوص ۱۲ ربیع الاول کے دن اسی لئے خوشیاں منائی جاتی ہیں۔ اس اعتراض کے دو جواب یہاں لکھے جا رہے ہیں۔

(۱) اگر بالفرض یہ مان لیا جائے کہ تاریخ وفات بھی ۱۲ ربیع الاول ہے تو پھر بھی اصولِ شرعی کے مطابق اس دن سوگ نہیں منایا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **والذین یتوفون منکم و یذرون ازواجاً یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر و عشراً.** (بقرہ، ۲۳۴)

ترجمہ: اور تم میں سے جو لوگ فوت ہو جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ عورتیں اپنے آپ کو چار ماہ دس دن تک نکاح سے روکے رکھیں۔

اس آیت میں بیوہ عورت کہ جو غیر حاملہ ہو اس کی عدت یا سوگ چار ماہ دس دن بیان ہوا ہے۔

امام مالک بن انس حضرت سیدتنا عائشہ وحفصہ رضی اللہ عنھما سے روایت کرتے ہیں۔

ان رسول اللہ ﷺ قال لا یحل لامرئۃ تومن باللہ والیوم الأخر ان تحد علیٰ میت فوق ثلاث لیال الا علیٰ زوج.

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو عورت ایمان لائے اللہ اور پچھلے دن (قیامت) پر اس کو درست نہیں سوگ کرنا کسی مردے پر تین راتوں سے زیادہ مگر خاوند کے لیئے۔

(موطا امام مالک اردو ترجمہ نواب وحید الزماں غیر مقلد، ص ۴۲۶)

امام بخاری نے ،،باب حد المرأة علیٰ غیر زوجھا ،، کے تحت حضرت ام عطیہ وحضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنھما کی روایات بیان کی ہیں ان میں بھی عورت (غیر حاملہ) کے لیئے خاوند کے فوت ہونے پر سوگ چار ماہ دس دن کرنے کی اجازت ہے۔اور شوہر کے علاوہ کسی فوت شدہ کے لیئے تین دن سوگ کی اجازت دی گئی ہے۔علامہ ظہور الباری دیوبندی صاحب بخاری شریف کی ان احادیث کے حاشیہ میں لکھتے ہیں: شوہر کے سوا کسی پر خواہ ماں باپ ہی کیوں نہ ہوں تین دن سے زیادہ سوگ منانا جائز نہیں۔(تفہیم البخاری شرح بخاری، ج ا، ص ۵۶۸)

غیر مقلدین کے محدث وحافظ علامہ عبداللہ روپڑی صاحب سے ایک سوال ہوا کہ لڑکی جس کا بچہ نہیں اور حاملہ بھی نہیں ہے کیا اس کو والد اپنے گھر لا سکتا ہے؟ علامہ عبداللہ روپڑی صاحب نے جواب میں مشکوٰۃ شریف میں باب العدۃ ص ۲۸۹ میں درج حضرت زینب بنتِ کعب والی روایت بیان کی جس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی بہن مزیعہ بنتِ مالک بن سنان کو رسول اللہ ﷺ نے عدت مکمل ہونے سے پہلے اپنے والدین کے گھر جانے سے منع فرما دیا اور انہوں نے چار ماہ دس یوم خاوند کے گھر عدت پوری کی۔(فتاویٰ اہلحدیث ج ۲، ص ۵۲۸)

غیر مقلدین اور مسلک دیوبند کے ان علماء کے علاوہ بھی علماء کے حوالے اس مسئلہ میں درج کیئے جا سکتے ہیں۔لیکن اتنا ہی لکھنا کافی ہے کہ قرآن وحدیث میں سوگ یا عدت کا یہ اصول تمام مسالک کے نزدیک برابر ہے۔جب اصول یہ ہے تو کیوں اہلسنت کو یہ الزام دیا جاتا ہے کہ اس دن سوگ نہیں مناتے؟

جب کہ رسول اللہ ﷺ کو دنیا سے ظاہراً پردہ فرمائے ۱۴۰۰ برس گزر گئے۔پھر کس بات کا سوگ؟ قران حدیث میں بیان کردہ اللہ ورسول اللہ ﷺ کے اصول کا علم ہونے کے باوجود اس قسم کے ناقص اعتراض ناقص عقل کی طرف کھلی نشاندہی کرتے ہیں۔الحمد للہ تعالیٰ اہلسنت تو قرآن وحدیث میں بیان کردہ فرحت وخوشی کے اصول کے مطابق رسول اللہ ﷺ کے میلاد کی خوشیاں مناتے ہیں،اور وہ آیات و احادیث مبارکہ گزشتہ عنوانات کے تحت لکھی جا چکی ہیں۔

(۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ ہم سوگ کیوں کریں؟

رسول اللہ ﷺ ظاہری حیات کی مثل زندہ ہیں جیسے پہلے دار التکلیف میں حیات تھے ویسے ہی اب

دارالاخرت میں حیات ہیں:

امام ابنِ ماجہ حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: قال، قال رسول اللہ ﷺ. انّ من افضل ایامکم یوم الجمعۃ، فاکثروا علی من الصلوٰۃ فیہ، فان صلاتکم معروضۃ علی، فقالوا: یارسول اللہ او کیف تعرض صلاتنا علیک وقدارمت؟ قال: یقول: بلیت، قال: ان اللہ حرم علی الارض اجساد الانبیاء:.

ترجمہ: حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک تمہارے دنوں میں سے افضل دن جمعہ کا دن ہے تو اس دن میں تم مجھ پر کثرت کیساتھ درود پڑھا کرو، بے شک تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے، صحابہ کرام نے عرض کی، یارسول اللہ، آپ ﷺ پر ہماری صلاۃ کیسے پیش کی جائے گی، حالانکہ آپ کی ہڈیاں بوسیدہ ہو چکی ہوں گی، آپ نے فرمایا اللہ نے انبیاء کے اجسام کو زمین پر حرام کر دیا ہے۔ (ابن ماجہ۔۱۰۸۵)۔ (نسائی ۳، ۹۱۔۹۲)۔ (مستدرک ۱، ۲۷۸)۔ (ابو داود، ۱۰۴۷)۔ (ابن حبان، ۵۵۰)۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

آپ ﷺ کی خدمت میں امت کے اعمال پیش کیئے جاتے ہیں اور نیک اعمالِ امت پر آپ ﷺ اللہ تعالٰی کی حمد بیان کرتے ہیں اور امت کے برے اعمال پر امت کے لیئے استغفار کرتے ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: قال، قال رسول اللہ ﷺ ،،حیاتی خیر لکم ینزل علی الوحی من السماء، فاخبرکم بما یحل لکم وما یحرم علیکم، وموتی خیر لکم تعرض علی اعمالکم کل خمیس، فما کان من حسن حمدت اللہ علیہ، وما کان من ذنب استوھب اللہ ذنوبکم،،

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری زندگی بھی تمہارے لیئے بہتر ہے مجھ پر آسمان سے وحی نازل ہوتی ہے میں تمہیں خبر دیتا ہوں کہ تمہارے لیئے کیا حلال اور تم پر کیا حرام ہے۔ اور میری وفات بھی تمہارے لیئے بہتر ہے ہر جمعہ کی رات کو تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیئے جائیں گے جو اچھے اعمال ہوں گے میں ان پر اللہ کا شکر ادا کروں گا اور جو گناہ ہوں گے تو میں اللہ سے تمہارے گناہوں کی مغفرت طلب کروں گا۔ (الوفا باحوال المصطفٰی لابنِ جوزی، ۸۲۶)

آپ ﷺ اپنے امتیوں کے سلام کا جواب بھی عطا فرماتے ہیں:

امام ابوداود حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: ان رسول اللہ ﷺ قال، مامن احد یسلم علی الارداللہ علی روحی حتیٰ ارد علیہ السلام؛۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہیں کوئی مجھ پر سلام بھیجتا مگر اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر لٹا دیتا ہے اور میں سلام کرنے والے کو جواب دیتا ہوں۔ (ابوداود، ۲۰۴۱)۔

(مسند احمد بن حنبل،۲، ۵۲۷)۔ (جلاء الافہام لابن قیم، ۷۶)

اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

ایک امتی کے لیئے کتنی سعادت کی بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ امتی کے سلام کا جواب عنائیت فرماتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے درجات میں ہر لحہ ترقی ہوتی رہتی ہے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وللاخرۃ خیر لک من الاولیٰ۔ آپ کی ہر آنے والی گزری ہوئی سے بہتر ہے۔ (الضحیٰ، ۵)

رسول اللہ ﷺ امت کے لئے فرط ہیں: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ احد کے آٹھ سال بعد شہدائے احد کے لئے دعا فرمائی اس طرح کہ گویا کہ آپ ﷺ زندوں اور مردوں سب کو الوداع کر رہے ہوں، اس کے بعد آپ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا انی بین ایدکم فرط وان علیکم شھید وان موعدکم الحوض،، ترجمہ: بے شک میں تمھارا فرط ہوں اور تم پر گواہ ہوں گا اور بے شک تمھاری میری ساتھ ملاقات حوض کوثر پر ہوگی۔

(بخاری شریف، باب غزوہ احد، کتاب المغازی، حدیث نمبر ۱۲۱۳)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ قال ان اللہ عزوجل اذاارادرحمۃ امۃ من عبادہ قبض نبیھا قبلھا فجعلہ لھا فرطاً وسلفاً بین یدیھا واذاارادھلکۃ امۃ عذبھا ونبیھا حی فاھلکھا وھو ینظر فاقر عینہ بھلکتھا حین کذبوہ وعصواامرہ، ترجمہ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی امت پر رحمت کا ارادہ فرماتا ہے تو وہ اس امت حلاکت سے پہلے ان کے نبی کو اٹھالیتا ہے اور اس نبی کو اس امت کت لئے اجر و پیش رو بنا دیتا ہے اور جب کسی امت کی حلاکت کا ارادہ کرتا ہے تو اس امت پر نبی کی نظروں کے سامنے عذاب نازل کر

دیتا ہے اور اس امت کی ہلاکت کے ذریعہ سے نبی کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرتا ہے کیونکہ اس امت نے نبی علیہ السلام کی تکذیب کی اور نافرمانی کی تھی۔(باب اذا اراد اللہ تعالی رحمۃ امۃ قبض نبیھا قبلھا، کتاب الفضائل، مسلم)

جب رسول اللہ ﷺ حیات ہیں ہم گناہ گار امتیوں کی لیئے اللہ سے مغفرت طلب کرتے ہیں شفاعت فرماتے ہیں ہمارے سلام کے جوب میں آپ ﷺ جوابِ سلام سے ہمیں سلامتی کی بہاریں عطا فرماتے ہیں۔آپ ﷺ کی ہر لمحہ درجات میں ترقی ہو رہی ہے۔خوب غور کا مقام ہے کہ سوگ کیا جائے تو کس بنا پر؟غم کیا جائے تو کیوں؟ جن لوگوں کے نزدیک رسول اللہ ﷺ ایسے نہیں جیسا کہ بیان کیا گیا ہے تو وہ غم کریں اور ماتم کریں۔

یوم ولادت کو عید میلاد النبی ﷺ کہنے کا جواز

یومِ ولادت النبی ﷺ کو عید کا دن کہنا شرعاً درست ہے۔بعض لوگوں کو اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ ہماری شریعت میں عیدیں صرف دو رکھی گئی ہیں ایک عید الفطر اور دوسری عید الاضحیٰ،تو ان کے سوا باقی ایام میں کوئی عید نہیں۔حالانکہ عید کا لفظ صراحت کے ساتھ یوم الفطر اور یوم الاضحیٰ کے علاوہ بھی کچھ ایام پر احادیث میں استعمال ہوا ہے یہاں یومِ میلاد النبی ﷺ کو یومِ عید کہنے کا جواز،،قرآن و احادیث اور محدثین کرام کے اقوال اور دیوبند مسلک ،مسلک اہلحدیث کے علماء کے بیانات کی روشنی میں لکھا جا رہا ہے۔

یومِ میلاد کو عید میلاد کہنے کا جواز قرآن سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:قال عیسی ابن مریم اللھم ربنا انزلنا علینا مائدۃً من السماءِ تکون لنا عیداً لاولنا واخرنا،،

ترجمہ:کہا عیسیٰ مریم کے بیٹے نے ،اے اللہ رب ہمارے،اتار ہم پر خوان بھرا ہوا آسمان سے کہ وہ دن عید رہے ہماری پہلوں اور پچھلوں کے واسطے ۔(المائدہ،۱۱۴،ترجمہ از علامہ محمود الحسن دیوبندی)

لفظِ عید کا لغوی معنیٰ

والعید ما یعاود مرۃ بعد اخریٰ وخص فی الشریعۃ بیوم الفطر ویوم النحر،ولما کان ذلک الیوم مجعولاً للسرور فی الشریعۃ کما نبہ النبی ﷺ بقولہ: ایامِ اکل وشربٍ وبعالٍ،صاریستعمل العیدفی کل یومٍ فیہ مسرۃ وعلیٰ ذلک قولہ تعالیٰ:انزل علینا

مآئدۃ من السماء تکون لنا عیداً،۔

ترجمہ: عیداس دن کو کہتے ہیں جو بار بار لوٹ کر آتا ہے اور شریعت میں عید کا دن یوم الفطر کے ساتھ اور یوم النحر کے ساتھ خاص ہے، اور جبکہ یہ دن شریعت میں خوشی کے لیئے بنایا گیا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اس قول مبارک سے متنبہ فرمایا ہے: یہ کھانے پینے اور عملِ ازدواج کے دن ہیں۔ اور عید کا لفظ ہر اس دن کے لیئے استعمال کیا جاتا ہے جس میں کوئی خوشی ملے، اور اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: اے ہمارے رب ہم پر آسمان سے مائدہ نازل فرما جو ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے لیئے عید بن جائے۔ (المفردات فی غریب القرآن، ۳۵۵)

امام بغوی شافعی فرماتے ہیں: **والعید: یوم السرور، سمی به للعود من الترح الی الفرح، و هو اسم لما اعتدته ویعود الیک وسمی یوم الفطر والاضحیٰ عیداً لانهما یعودان فی کل سنة،،**

ترجمہ: اور عید کا معنی خوشی کا دن ہے، اسے عید اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ اس دن غم دور اور فرحت وخوشی ملتی ہے اور یہ اسم اس خوشی کے وقت کے لیئے مقرر کیا گیا ہے کہ جو بار بار لوٹ کر آئے، اور یوم الفطر اور یوم الاضحیٰ کو عید بھی اسی لیئے کہتے ہیں کہ یہ دن ہر سال لوٹ کر آتے ہیں۔

(المائدہ ۱۱۴، ج۲، ص ۸۷ تفسیر معالم التنزیل)

علامہ راغب اصفہانی اور امام بغوی کے بیان کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ شرعاً یہ لفظ یوم الفطر اور یوم الاضحیٰ کے ساتھ خاص ہے لہذا یہ دن شرعاً عید کے دن ہیں، اور جس دن خوشی ملے، اس دن پر بھی اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے لیکن اس خوشی ملنے کے دن کو شرعاً نہیں بلکہ عرفاً عید کہا جائے گا۔

سورۂ مائدہ آیت ۱۱۴ سے اور علامہ راغب اصفہانی اور امام بغوی کے بیان کی روشنی میں یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی دن کو عید بنانے کی علت اس دن نعمت کے ملنے پر خوشی وفرحت ہے، سو اسی علت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے یوم ولادت النبی ﷺ کو عید میلاد النبی کہا جاتا ہے یعنی یوم السرور۔

یومِ ولادت کو عید میلاد النبی کہنے کا جواز احادیث سے

(حدیث نمبر ۱) امام بخاری حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

ان رجلاً من الیہود قال لہ،یا امیر المومنین! آیۃ فی کتابکم تقرؤونہا،لو علینا معشر الیہود نزلت،لاتخذنا ذلک الیوم عیداً،قال،ای آیۃٍ؟قال؛الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً،قال عمر:قد عرفنا ذلک الیوم،والمکان الذی نزلت فیہ علی النبی ﷺ وھو قائم بعرفۃ یوم جمعۃ.

ترجمہ: ایک یہودی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا،اے امیر المومنین تمہاری کتاب (قرآن) میں ایک آیت ہی جسے تم پڑھتے ہو،اگر وہ ہم یہودیوں پر نازل ہوتی تو ہم اس کے (نزول کے) دن کو یوم عید بنا لیتے۔آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا وہ کونسی آیت ہے؟اس نے جواب دیا(یہ آیت کہ) آج میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور تمہارے لیئے دین اسلام پسند کیا،حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم اس دن اور اس مقام کو خوب جانتے ہیں،جب یہ آیت رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی (اس وقت) آپ ﷺ عرفات میں جمعہ کے دن کھڑے ہوئے تھے۔

(باب زیادۃ الایمان ونقصانہ،کتاب الایمان۔ج۱،ص۷۶۔تفہیم البخاری شرح بخاری۔مترجم وشارح علامہ ظہور الباری دیوبندی)

امام بغوی شافعی اس روایت کو سورۃ المائدہ آیت ۳ کے تحت درج فرما کر لکھتے ہیں:اشار عمر الیٰ ان ذلک الیوم کان عیداً لنا.

ترجمہ: حضرت عمر نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ وہ دن بے شک ہمارے لیئے عید کا دن ہے۔

(المائدہ،۳،ص۱۰،ج۲۔معالم التنزیل)

علامہ ابنِ حجر عسقلانی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:عندی ان ھذہ الروایۃ اکتفیٰ فیہا بالاشارۃ۔ترجمہ: میرے نزدیک اس روایت میں اشارہ کرنے پر ہی اکتفاء کیا گیا ہے۔

(فتح الباری شرح البخاری۔ج۱،ص۱۰۵)

اس روایت میں اشارہ پر اکتفاء فرمایا گیا کہ یومِ عرفہ وجمعہ عید کے دن ہیں۔لیکن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت میں صراحت کے ساتھ یوم جمعہ اور یومِ عرفہ کا ذکر ہے۔

امام طبرانی روایت کرتے ہیں؛حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض

کی، کہ میں ایک ایسی قوم کو جانا تاہوں اگر ایک آیت ان پر نازل ہوتی تو وہ اس کے نزول کے دن عید مناتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا وہ کونسی آیت ہے؟ تو میں نے یہ آیت پڑھی، آج کے دن میں نے تمہارے لیئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیئے اسلام کو دین پسند کر لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا،،

انی لاعرف فی ای یوم انزلت ،الیوم اکملت لکم دینکم و،یوم جمعة و یوم عرفة،و هما لنا عیدان.

ترجمہ: بے شک میں جانتا ہوں کہ کس دن، **الیوم اکملت لکم دینکم**، نازل ہوئی، جمعہ کے دن اور عرفہ کے دن، اور یہ دونوں دن ہمارے لیئے عید کے دن ہیں۔ (معجم الاوسط، طبرانی، ج۱، ص۲۵۳)

یوم ِعرفہ یعنی ۹ ذوالحج عید کا دن ہے، چاہے اس ۹ ذوالحج میں جمعہ کا دن ہو یا نہ ہو، اور یہ کہ جمعہ مبارک کا دن عید کا دن ہے۔

(حدیث نمبر ۲)عن عماربن ابی عمارقال قراء ابن عباس الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناًوعنده یهودی،فقال لوانزلت هذه الأیة علینا لاتخذنا یومها عیداً فقال ابن عباس فانها نزلت فی یوم عیدین فی یوم الجمعة ویوم عرفة:.

ترجمہ: حضرت عمار بن ابو عمار سے روایت ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے **الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دین ا**، پڑھی۔ جبکہ ایک یہودی آپ رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا اس نے کہا اگر یہ آیت ہم یہودیوں پر نازل ہوتی تو ہم اس کے نزول کے دن کو عید بنا لیتے۔ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا بے شک یہ آیت دو عیدوں کے دن نازل ہوئی ایک یوم جمعہ اور دوسرے یوم ِعرفہ کے دن۔

(تفسیر سورہ مائدہ، کتاب التفسیر، ص۱۳۴، ترمذی شریف)

ان احادیث میں صراحت کے ساتھ لفظِ عید یوم الجمعہ اور یوم عرفہ پر استعمال فرمایا گیا ہے۔ لیکن جمعہ اور یوم عرفہ شرعاً نہیں عرفاً عید کے دن ہیں۔ ان ایام کو اگر یوم الفطر اور یوم الاضحیٰ کی طرح شرعاً عید نہیں کہا جا

سکتا تو عرفاً عید لازماً کہا جائے گا اور اس کے سوا کوئی چارا بھی نہیں کہ لفظِ عید کا اطلاق ان دو دنوں پر احادیث میں ہوا ہے۔ اگر ان دِنوں کو بھی شرعاً عید کہا جائے تو پھر ایسا ہو گا کہ ہر وہ حدیث کہ جس میں لفظ عید کسی دن پر استعمال ہو، اس دن کو شرعاً عید کہا جائے گا۔

(حدیث نمبر ۳) امام مسلم حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

قال کان اهل خیبر یصومون یوم عاشورآء یتخذونه عیداً و یلبسون نسآء هم حلیهم وشارقهم فقال رسول الله ﷺ فصومه انتم.

ترجمہ: فرمایا، خیبر کے یہود عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے اور اس دن کو عید قرار دیتے تھے اور اپنی عورتوں کو زیورات پہناتے ان کو بناؤ سنگھار کرتے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم بھی اس دن روزہ رکھا کرو۔

(باب صوم عاشوراء، کتاب الصیام، صحیح مسلم)

اس دن یہود کا عید منانا اور اپنی عورتوں کو بناؤ سنگھار کرنا اور زیورات پہنانا، اس کی وجہ یہ تھی کہ اللہ نے اس دن بنو اسرائیل کو آلِ فرعون کے مظالم سے نجات عطا فرمائی تھی اور اس یاد میں وہ اس طرح خوشیاں مناتے اور ساتھ میں روزہ بھی رکھتے اور اس دن کو عید قرار دیتے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس دن روزہ رکھنے کا حکم ارشاد فرما کر اس دن کو بطورِ عید برقرار رکھا

بلکہ فرمایا، ،فنحن احق و اولیٰ بموسیٰ منکم، ہم شکر ادا کرنے میں تم (یہود) سے زیادہ حق رکھتے ہیں۔ لہٰذا یومِ عاشوراء بھی عید کا دن ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ روزہ رکھنے کا حکم بھی ارشاد نہ فرماتے بلکہ مخالفتِ یہود کے طور پر منع فرما دیتے، لیکن آپ ﷺ نے اس دن روزہ رکھنے کا حکم فرمایا اور صحابہ نے عرض کی، یا رسول اللہ یہود نصاریٰ اس دن کی تعظیم کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا جب اگلا سال آئے گا تو ہم ان شاء اللہ نویں محرم کا بھی روزہ رکھیں گے۔ یہود ایک دن کا روزہ رتعظیماً رکھتے تھے لیکن رسول اللہ ﷺ نے نویں کے روزہ کا حکم بھی فرما دیا، معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے عاشوراء کے دن کی یہود سے زیادہ تعظیم کا حکم ارشاد فرمایا۔ یہود نے اس دن نعمت ملنے پر عید منائی اور سالانہ عید مناتے آئے ہیں جبکہ رسول اللہ ﷺ اللہ کی نعمتِ عظمیٰ ہیں آپ ﷺ کے دم قدم سے ہی بہاریں ہیں، آپ ﷺ پیدائش عالم کا مقصد ہیں، سو آپ ﷺ کی ولادت کا دن بھی ہمارے لیئے عید کا دن بلکہ عیدوں کی عید

ہے۔یومِ ولادت پر لفظِ عید کا اطلاق شرعاً نہیں بلکہ عرفاً ہے یعنی یوم السرور، خوشی کا دن۔

(حدیث نمبر۴) امام حاکم اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یوم الجمعۃ عید، فلا تجعلوا یوم عیدکم یوم صیامکم الا ان تصوموا قبلہ او بعدہ۔

ترجمہ: جمعہ کا دن عید ہے پس تم اپنی عید کے دن کو روزے کا دن نہ بناؤ مگر یہ کہ ایک دن قبل یا ایک دن بعد (یعنی جمع کے ساتھ جمعرات یا ہفتہ کے دن روزہ رکھ لو)۔(مستدرک، رقم الحدیث،۱۵۹۵)

جمعہ کا دن عید کا دن ہے لیکن اس کے عید ہونے کی وجہ کیا ہے؟ اس کا جواب درج ذیل حدیث مبارک کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں۔امام دارمی روایت کرتے ہیں: عن اوس بن اوس، قال، قال رسول اللہ ﷺ: ان من افضل ایامکم یوم الجمعۃ، فیہ خلق آدم، وفیہ النفخۃ، وفیہ الصعقۃ، فاکثروا علی من الصلاۃ فیہ، فان صلاتکم معروضۃ علی، قال رجل: یارسول اللہ، کیف تعرض صلاتنا علیک وقد ارمت، یعنی بلیت؟ قال، ان اللہ تعالیٰ حرم علی الارض ان تاکل الاجساد الانبیاء:۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، بے شک تمہارے دنوں میں سب سے افضل دن جمعہ کا دن ہے اس دن آدم علیہ السلام پیدا ہوئے، اسی دن ان کی روح قبض کی گئی، اسی دن صور پھونکا جائے گا، سو اس دن مجھ پر کثرت کے ساتھ درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے، ایک شخص نے عرض کی، یارسول اللہ ہمارا درود کیسے آپ پر پیش کیا جائے گا جبکہ آپ بوسیدہ ہو چکے ہونگے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالی نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام کے اجسام کو کھائے۔

(سنن دارمی، رقم الحدیث،۱۵۷۲)

جمعۃ المبارک عید کا دن ہے وجہ یہ ہے کہ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کی ولادت مبارکہ اس دن ہوئی، آدم علیہ السلام کی ولادت مبارکہ کا دن عید ہو سکتا ہے تو کیا رسول اللہ ﷺ کی ولادت مبارکہ کا دن عید نہیں ہو سکتا؟ رسول اللہ ﷺ تو وجہ تخلیقِ آدم ہیں فخرِ آدم و آدمیت ہیں، امام الانبیاء ہیں، یقیناً رسول اللہ کی ولادت کا دن عید ہے۔

یومِ وِلادت کوعید کہنے پر محدثین کی تصریحات

امام شہاب الدین ابوالعباس قسطلانی فرماتے ہیں: **فرحم الله امرءاً اتخذ لیالی شهر مولده المبارک اعیاداً، لیکون اشد علة علی من فی قلبه مرض واعیاً داء؛۔**

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کے میلاد کی راتوں کو عید بنا کر منا اس شخص کے مرض میں اضافہ کیا کہ جس کے دل میں بیماری ہے۔ (مواہب لدنیہ، ج ۱، ص ۱۴۸)

شاہ عبدالحق محدث دہلوی: فرماتے ہیں **فرحم الله امراء اتخذ لیالی شهر مولده المبارک اعیاداً لیکون اشد غلبة علی من فی قلبه مرض وعناد۔**

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے کہ جس نے میلاد النبی کی راتوں کو عید بنایا، تاکہ جس کے دل میں عناد اور بیماری ہے وہ اور سخت ہو جائے۔ (ما ثبت من السنۃ، ۶۰)

بیماری سے کیا مراد ہو سکتی ہے؟ میلاد شریف کے ایام میں اپنے اردگرد بعض لوگوں کو تیوری چڑھائے دیکھنا ، اور اس خوشی کے اظہار کو بدعت کہتے سننا، چہروں پر ناگوار کیفیات کے کرخت آثار بغض رسالت کی بیماری کی طرف واضح اشارہ ہیں۔

امام قسطلانی کی ولادت (۸۵۱، اور وفات ۹۲۳ سن ھجری) ہے، اور علامہ شاہ عبد الحق کی ولادت (۹۵۷، اور وفات ۱۰۵۲ سن ھجری) ہے۔ ان دونوں محدثین کرام کے بیان سے صاف عیاں ہے کہ ان کے دور میں ایسے لوگ موجود تھے کہ جو رسول اللہ ﷺ کے میلاد کی خوشیاں بطورِ عید منانے کو برا جانتے اور بری نظر سے دیکھتے تھے۔ مخالفین یقیناً اس عمل کی مخالفت کرتے تھے لیکن نویں اور دسویں صدی کے بعد آج تک پانچ صدیاں بیت گئیں میلاد کو بطورِ عید منانے کا عمل جاری ہے اور اسی طرح ہمیشہ اہل اسلام اس کو جاری رکھیں گے۔

یومِ میلاد پر عید کا اطلاق اہلحدیث سے

احسان الٰہی ظہیر: فرماتے ہیں،، مولد نبوی کی تعظیم اور اسے عید منانے کا بعض لوگوں کو ثوابِ عظیم حاصل ہو سکتا ہے، یہ ثواب ان کی نیت کی نیکی اور رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے ہوگا۔

(ہفت روزہ، اہلحدیث، لاہور، 7,15,1970ھ:)

مولدِ نبوی کی تعظیم حقیقت میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم ہے۔

آغا شورش کاشمیری:

یہ موصوف اہلحدیث اور دیو بند کے مایہ ناز مبلغ اور ممدوح ہیں، انہوں نے 17 جولائی 1964 کو عید میلاد النبی ﷺ کی تقریب سعید پر ہفت روزہ چٹان کا، رحمۃ اللعالمین نمبر، پیش کیا۔ اور ان صاحب نے،، ہماری طرف سے اہل پاکستان کو عید میلاد النبی ﷺ کی تقریب سعید مبارک ہو،، کے الفاظ سے اس تقریب سعید کو خراج عقیدت پیش کیا۔

یوم ِ میلاد پر عید کا اطلاق دیو بند مکتبہ ٔ فکر سے

علامہ احمد علی لاہوری:

دیو بند مسلک کے انتہائی ذمہ دار اور جید عالم دین ہیں، 17 دسمبر 1979، کو عید میلاد النبی ﷺ کے سلسلہ میں آپ نے بورسٹل جیل تشریف لے جانے کی استدعا کی گئی۔ بے حد مصروفیات کے باوجود آپ نے آنے کا وعدہ فرمایا۔ (ہفت روزہ خدام الدین، فروری 22,1983)

اگر یوم میلاد النبی پر عید کا لفظ استعمال کرنا اتنا ہی برا ہے جتنا مخالفین کہتے ہیں تو ان کے شیخ القرآن اور ذمہ دار عالم دین اس عید میلاد نبی کے سلسلہ میں بے حد مصروفیات کے باوجود کیوں جانے کے لیئے آمادہ ہوئے اور وعدہ فرما کر خود کو ایفائے عہد کا پابند کر لیا، یاد رہے کہ گناہ کے کاموں میں نہ وعدہ ہوتا ہے نہ ایفائے عہد لازم۔ موصوف علامہ صاحب کے نزدیک یقیناً یہ میلاد النبی، عید میلاد النبی ہے۔ ورنہ اللہ تعالی کے ڈر اور خوف کے جذبہ سے گناہ میں شریک ہونے کا وعدہ نہ کرتے، یا اپنے مسلک کے لوگوں کی تند و تیز زبان (جیسا کہ اہلسنت کے خلاف ان کی زبانیں بولتی ہیں) سے بچنے کے لیئے ہی وعدہ نہ کرتے۔ الحمد للہ، کہ اہلسنت کا موقف حق پر مبنی ہے، ورنہ علامہ احمد علی لاہوری صاحب کو اس میلاد النبی کی عید کے سلسلے میں جانے کا وعدہ کرنے پر باطل کہنا ان کے ہم مسلک لوگوں کی ذمہ داری ان کے ایمان کا تقاضا ہے۔

دیو بندی مکتبہ ٔ فکر کا رسالہ ،لولاک،

دیو بندی مکتب فکر کا لائل پور (موجودہ فیصل آباد) سے ہفت روزہ ،لولاک، شائع ہوتا ہے 31 تا 24,

1964ء کے لولاک، کے اداریہ میں عید میلاد النبی کے عنوان سے لکھا ہے۔

ماہ نامہ دارالعلوم دیوبند کا حسنِ عقیدت

نسیمِ صبح صادق ہے پیامی مبارک مژدہ ہائے شادکامی
جب آئی صحن گلزار حرم میں چٹک کر ہر کلی نے دی سلامی
نزول رحمت حق ہو رہا ہے زمانے سے گئی آوارہ گامی
یہ آمد آمد اس محبوب کی ہے کہ نور جاں ہے جس کا نام نامی
جہاں والوں کی قسمت جگمگائی جہاں افروز ہے نورِ گرامی
وہی مہرِ منیر قاب قوسین وہی شمس الضحٰی ماہِ تمامی
خوشی ہے عید میلاد النبی کی یہ اہل شوق کی خوش انتظامی
کھڑے ہیں باادب صف بستہ قدسی حضور سرورِ ذاتِ گرامی
کہا بڑھ کر جبریل امین نے بشوقت جاں بلب آمد تمامی
حمید دل شکستہ بھی ہے حاضر بصدِ شوق و باندازِ غلامی

(ماہ نامہ دارالعلوم دیوبند، 1957 نومبر)

نوٹ: مذکورہ بالا دیوبندی مسلک اور اہلحدیث مسلک کے علما اور رسائل کے حوالہ جات علامہ فیض احمد اویسی علیہ الرحمہ کے رسالہ،، میلاد النبی عید کیوں،، کے حوالے سے دیئے گئے ہیں۔

دیوبندی مسلک کا ماہنامہ حق نوائے احتشام

اس ماہنامہ کے مدیر اعلیٰ علامہ تنویر الحق تھانوی، مدیر منتظم علامہ محمد صدیق ارکانی، اعزازی مدیر و مشیر سید فہیم الحسن تھانوی ہیں، اور یہ تمام دیوبندی علما ہیں۔

مدیر اعلیٰ تنویر الحق تھانوی صاحب نے میلاد النبی ﷺ کے موقع پر لفظ عید استعمال کیا ہے۔ (ماہناہ نوائے احتشام، ۱۶۷۔ شمارہ، جولائی و اگست، ۲۰۰۹)

اتنا تو ہر ایک پڑھا لکھا شخص جانتا ہے کہ جب بھی کوئی کتاب یا رسالہ ماہنامہ لکھا جاتا ہے تو پروف ریڈنگ ضرور کی جاتی ہے تاکہ کوئی غلطی نہ رہ جائے، اور مکمل تسلی کے بعد اسے شائع کیا جاتا ہے۔ یقیناً ان

ماہناموں، رسالوں کو بھی پروف ریڈنگ کے عمل سے گزار کر شائع کیا گیا ہوگا۔ اگر ان ماہناموں کے مدیران، علما کے نزدیک لفظِ عید کا استعمال میلادالنبی کے یوم پر درست نہ ہوتا تو اس لفظ کو میلادالنبی کے یوم پر استعمال نہ کرتے بلکہ اس لفظ کو حذف کر دیتے۔

کیا محافل میلاد کا انعقاد بدعت ہے؟

دیوبند مکتبۂ فکر اور اہلحدیث مکتبۂ فکر کے علما اور تمامی فرزندان مسلکِ دیوبند اور اہلحدیث میلاد کی محافل اور جلوسِ میلاد کو بدعت کہتے ہیں۔ درج ذیل بدعت کا لغوی معنیٰ اور تعریف اور اقسام بیان کی جائیں گی اور محدثین علا فقہا کی میلاد منانے کے بارے تصریحات بھی لکھی جائیں گی جن سے بخوبی واضح ہو جائے گا کہ دیوبندی مکتبۂ فکر اور اہلحدیث مکتبۂ فکر کا نظریہ غلط اور اہلسنت و جماعت کا موقف درست ہے۔ طوالت کے خدشہ کے پیشِ نظر عربی عبارات کے بجائے ان کے تراجم پر اکتفاء کیا جا رہا ہے۔

بدعت کا لغوی و شرعی معنیٰ اور اقسام

بدعت کا معنیٰ بیان کرتے ہوئے علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں: بدعت کا معنیٰ ہے حدث، یعنی نیا کام۔ (لسان العرب، ج۲، ص۲۷۱)

بدعت کا شرعی معنیٰ بیان کرتے ہوئے علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: بدعت کا شرعی معنیٰ یہ ہے کہ جو کام رسول اللہ ﷺ کے دور میں نہ ہوا اور اسکی دو قسمیں ہیں، حسنہ اور سیئہ۔ شیخ امام محمد بن عبدالعزیز بن عبدالسلام جو تمام علوم میں ماہر اور فائق ہیں اور جن کی جلالت اور امامت پر تمام کا اتفاق ہے انہوں نے ،کتاب القواعد، کے آخر میں کہا ہے کہ بدعت کی یہ اقسام ہیں، واجب، حرام، مستحب، مکروہ، اور مباح۔ انہوں نے فرمایا کہ اس کو جاننے کا طریقہ یہ ہے کہ بدعت کا قواعد شرعیہ سے موازنہ کیا جائے، اگر وہ بدعت قواعدِ ایجاب کے تحت داخل ہو تو واجب ہے اور اگر وہ قواعدِ تحریم کے تحت ہو تو حرام ہے اور اگر قواعدِ استحباب کے تحت داخل ہو تو مستحب ہے اور اگر قواعدِ کراہیت کے تحت داخل ہو تو مکروہ ہے اور اگر اباحت کے قواعد کے تحت داخل ہو تو وہ بدعت مباح ہوگی۔ بدعات واجبہ کی چند مثالیں یہ ہیں، علم نحو کا پڑھنا، کہ جس پر قرآن و حدیث کو سمجھنا موقوف ہے، یہ اس لئے واجب ہے کہ علم شریعت کا حصول واجب ہے۔ اور قرآن و حدیث کے بغیر شریعت کا علم حاصل نہیں ہو سکتا اور جس چیز پر کوئی واجب موقوف ہو تو وہ

بھی واجب ہوتی ہے۔دوسری مثال یہ ہے کہ قرآن وحدیث کے معانی جاننے کیلئے علم لغت حاصل کرنا، تیسری مثال یہ ہے کہ قواعدِ اور اصولِ فقہ کو مرتب کرنا، چوتھی مثال یہ ہے کہ سند حدیث پر جرح اور تعدیل کا علم حاصل کرنا تا کہ حدیث ضعف اور صحت کا امتیاز ہو سکے، اور قواعد شرعیہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اپنی ضروریات سے زیادہ کا علمِ شریعت حاصل کرنا فرض کفائیہ ہے اور یہ علم ان تمام بیان کردہ علوم کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔ بدعات محرمہ کی چند مثالیں یہ ہیں قدریہ، جبریہ، مرجئہ اور مجسمہ (ان کے علاوہ تمام فرقوں کے جن کے نظریات کفریہ اور گمراہ کن ہیں) کی تردید کرنا بدعاتِ واجبہ میں داخل ہے۔ بدعاتِ مستحبہ کی چند مثالیں یہ ہیں، سرائے، مدارس کی تعمیر، اور ہر وہ فلاحی کام کہ جو دور رسالت میں نہیں ہوا، جماعتِ تراویح (رمضان میں)، تصوف کی باریک بحثیں، بدعقیدہ فرقوں سے مناظرے کے اجتماعات۔ اور بدعات مکروہ کی یہ چند مثالیں ہیں، مساجد کی زیب وزینت (لیکن وقت کے ساتھ ساتھ علما نے مساجد کو آراستہ وخوبصورت بنانے کو جائز قرار دیا ہے) مصحفِ قرآن کو مزین کرنا، (لیکن علما نے اب اس کو بھی جائز قرار دیا ہے)۔ بدعاتِ مباحہ کہ یہ چند مثالیں ہیں، صبح اور عصر کی نمازوں کے بعد مصافحہ، کھانے پینے، پہننے اور رہائش کے معاملات میں وسعت سے کام لینا، سبز چادریں اوڑھنا، کھلی آستینوں والی قمیص پہننا، ان کاموں میں اختلاف ہے، بعض علما نے ان کو بدعاتِ مکروہ میں داخل کیا ہے اور بعض علما نے ان کو دور رسالت اور دور صحابہ کی سنن میں داخل کیا ہے۔ جیسے نماز میں، اعوذ باللہ، اور، بسم اللہ، بلند آواز سے پڑھنا کہ اس میں سنت ہونے اور سنت نہ ہونے کا اختلاف ہے (یہاں تک علامہ عبدالعزیز بن عبدالسلام کا بیان ہے) علامہ نووی فرماتے ہیں: امام بیہقی نے مناقبِ شافعی میں اپنی سند کے ساتھ امام شافعی سے روایت کیا ہے کہ بدعات کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ جو کتاب، سنت، اثر، یا اجماع کے خلاف ہو۔ یہ بدعت، بدعتِ سیئہ ہے، دوسری قسم یہ ہے کہ وہ نے کام کہ جن میں خیر ہو، ان میں کسی عالم نے کوئی اختلاف نہیں کیا۔ بدعت غیر مذموم ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمضان میں جماعت قائم کرا کر فرمایا تھا کہ یہ بدعت اچھی بدعت ہے، یعنی وہ کام جو پہلے نہیں تھا کیونکہ یہ شریعت کے خلاف نہیں ہے، یہ امام شافعی کی پوری عبارت ہے۔

(تہذیب الاسماء واللغات، ج ۱، ص ۲۲، ۲۳)

اب محدثین کی تصریحات پیش کی جارہی ہیں کہ جن میں انہوں نے میلاد شریف کو بدعت حسنہ لکھا ہے:

امام ابوشامہ عبدالرحمٰن بن اسماعیل

ہمارے زمانے میں شہر اربل میں جو کیا جاتا ہے (میلاد النبی) وہ بدعتِ حسنہ ہے اللہ تعالیٰ اسے محفوظ رکھے اس شہر میں ہر سال میں میلاد کے موقع پر صدقات وخیرات کئے جاتے ہیں اور اظہارِ زینت اور خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے۔اس مبارک موقع پر فقراء مساکین کے ساتھ نیکی کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ میلاد کی خوشی کرنے والے کے اور اس خوشی میں خرچ کرنے والے کے دل میں رسول اللہ ﷺ کی محبت ہے اور اس کے دل میں رسول اللہ ﷺ کی انتہائی تعظیم اور جلالت پائی جاتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر رہا ہے اس پر کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول ﷺ کو پیدا فرمایا اور رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجا، اور اس طرح اللہ نے تمام انبیاء ومرسلینِ کرام پر بھی احسان فرمایا۔

(سبل الھدیٰ والرشاد، ج ا،ص ۳۶۵)

ابوحمزہ عبدالحمید الری غیر مقلد امام ابوشامہ کے متعلق لکھتے ہیں: آپ امامت واجتہاد کے مرتبہ پر پہنچے۔
آگے مزید علامہ ذہبی کے حوالے سے لکھتے ہیں: علوم کثیرہ میں علامہ ہونے کے باوجود عالم فاضل ماہر علوم کثیرہ متواضع شخصیت کے مالک تھے، تکلف سے دور قابل اعتماد محدث تھے۔
ابنِ ناصرالدین نے کہا کہ وہ شیخ القراء، حافظ العلماء، حافظ الحدیث، قابل اعتماد، علامہ ومجتہد تھے۔

(پندرہ روزہ، صحیفۂ اہلحدیث، ۲۷، اپریل، ۲۰۱۳)

امام ابوشامہ کے متعلق آپ قارئین نے ملاحظہ فرمالیا کہ اہلحدیث مضمون نگار نے کیا لکھا، امام ابوشامہ حافظ الحدیث، قابل اعتماد، مجتہد ہیں۔اور امام ابوشامہ کا موقف بھی لکھ دیا گیا ہے۔کیا ایک حافظ الحدیث، قابل اعتماد، اور مجتہد شخص ایک بدعتِ مکروہ ومحرمہ کا قائل ہوسکتا ہے؟ اہلسنت کا موقف میلاد کے متعلق وہی موقف ہے جو امام ابوشامہ کا ہے لیکن بدعتی ہونے کا فتویٰ اہلسنت پر ہی لگتا ہے جبکہ امام ابوشامہ امام قابلِ اعتماد، حافظِ حدیث، مجتہد ہی رہتے ہیں ان پر بدعتی ہونے کا فتویٰ نہیں لگایا جارہا۔

امام صدرالدین موہوب ابن جزری

علامہ صالحی نے امام صدرالدین کا بیان نقل فرمایا، وہ لکھتے ہیں: یہ (جشنِ میلاد) بدعت ہے مگر اس میں

کوئی حرج نہیں۔اور بدعت مکروہ تب ہوتی ہے جب اس سے کسی سنت کی بے حرمتی ہو۔اور جب کسی سنت کا پامال ہونا لازم نہ آئے تو پھر بدعت مکروہ نہیں ہوتی۔ مسلمان مومن کو اس کے ارادہ کے مطابق رسول اللہ ﷺ کے میلاد پر خوشی اور اظہارِ فرحت پر ثواب دیا جاتا ہے۔(آگے مزید لکھتے ہیں) یہ (میلاد منانا) بدعت ہے، لیکن اس میں کوئی حرج نہیں۔(سبل الھدی والرشاد، ج۱،ص ۳۶۵)

امام ظہیر الدین جعفر شافعی

علامہ صالحی ،امام ظہیر الدین کا بیان نقل فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: اس فعلِ میلاد النبی کا وقوع صدرِ اول کے زمانہ کے سلفِ صالحین نہیں ہوا، باوجود اس کے کہ وہ سلف صالحین رسول اللہ ﷺ کی محبت اور تعظیم میں اس قدر آگے تھے کہ ہم میں تمام لوگوں کی محبت اور تعظیم ان سلف صالحین میں سے کسی ایک بزرگ کی تعظیم اور محبت نبی ﷺ تک نہیں پہنچتی۔ یہ میلاد بدعت حسنہ ہے، میلاد منعقد کرنے والا جب صالحین کو جمع کرتا ہے، درود وسلام نبی پاک ﷺ پر پڑھنے کا اہتمام کرتا ہے، فقراء مساکین کو کھانا کھلانے کا اہتمام کرتا ہے، توان شرائط کی بنا پر جب بھی یہ میلاد منانے کا عمل کرے اس کو ثواب دیا جائے گا؛۔

(سبل الھدی والرشاد، ج۱،ص ۳۶۴)

امام کمال الدین الادفوی

امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں: امام کمال الدین ،،الطالع السعید،، میں لکھتے ہیں ہمارے ایک نیک دوست ناصرالدین محمود بن عماد نے حکایت بیان کی کہ ابوطیب محمد بن ابراھیم سبتی مالکی جو کہ شہرِ قوص کے رہنے والے ہیں اور باعمل علما میں سے ہیں وہ اپنے مدرسہ میں میلاد النبی کے موقع پر میلاد کا انعقاد کرتے ،اور کہتے ،اے فقیہ! آج خوشی کا دن ہے اس لئے طلبا کو چھٹی دے دیں، اس لئے ہمیں پھر چھٹی دے دی جاتی۔ان کا یہ عمل میلاد کے جواز پر دلیل ہے، اور اس کے عدم انکار پر بھی دلیل ہے۔ یہ شخص مالکی مذہب کے فقیہ اور مختلف فنون میں ماہر تھے، اور زاہد تھے، ابو حیان اور ان کے علاوہ علما ان کے شاگرد تھے۔ یہ امام ۶۹۵ ھجری میں فوت ہوئے۔(الحاوی للفتاوی، حسن المقصد، ۲۰۶)

امام جلال الدین سیوطی

بے شک میلاد کے عمل کی اصل یہ ہے کہ اس میں لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے، جتنا ہو سکے قرآن کریم کی

تلاوت کی جاتی ہے، اور رسول اللہ ﷺ کے ظہور کے متعلق وارد روایات پڑھی جاتی ہیں، اور ولادت کے وقت جو خرق عادت پر مبنی روایات ہیں انہیں پڑھا جاتا ہے، پھر دستر خوان بچھا کر کھانا کھاتے ہیں، اور اس بدعتِ حسنہ میں کسی زیادتی کے بغیر لوگ واپس چلے جاتے ہیں اس عمل کے کرنے والے کو اس پر ثواب دیا جائے گا، کیونکہ اس میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم ہے اور آپ ﷺ کی ولادت مبارکہ کی وجہ سے اظہارِ فرحت وخوشی ہے۔ (الحاوی للفتاوی، حسن المقصد، ۱۹۹)

امام نصیر الدین بن طباخ

علامہ صالحی لکھتے ہیں، امام نصیر الدین طباخ نے کا: میلاد کا عمل سنت نہیں لیکن اگر کوئی اس دن خرچ کیا جائے اور رسول اللہ ﷺ کے وجود مبارک کے ظہور پر خوشی منائی جائے، کہ جس میں حسین امرلڑکے، وہ عشقیہ اشعار کہ جو شہوت پر ابھاریں، اور دنیاوی عشقیہ شاعری کہ جس میں محبوب کے جسم، رخسار، آنکھوں، پلکوں، کا ذکر نہ ہو۔ اور ایسے اشعار ہوں کہ جو آخرت کی یاد دلائیں، اور دنیا سے بے رغبتی پیدا کریں، تو ایسا لوگوں کا اجتماع اچھا ہے اور ایسے اجتماع کرنے والے کو اس کا ثواب بھی دیا جائے گا۔

(سبل الھدی والرشاد، ج ۱، ص ۳۶۴)

امام ابن حجر مکی

محفلِ میلاد اور مجالسِ ذکر سے متعلق سوال ہوا کہ بہت سے لوگ یہ کرتے ہیں اس زمانہ میں تو کیا یہ سنت ہیں کہ ان میں کوئی فضیلت ہے یا بدعت ہیں؟

جواب: محافل میلاد اور مجالس ذکر کہ جن کا ہمارے ہاں انعقاد کیا جاتا ہے ان میں سے اکثر خیر و بھلائی پر مشتمل ہیں، جیسا کہ صدقہ، ذکر، درود وسلام رسول اللہ ﷺ پر، اور آپ ﷺ کی تعریف، بیان کرنا ہے۔ (فتاویٰ حدیثیہ، ۲۰۲)

امام محمد بن عبد الباقی زرقانی

اہل اسلام میلاد تین زمانوں کے بعد کہ جن پر رسول اللہ ﷺ نے خیر القرون (بہترین زمانے) ہونے کی گواہی بیان فرمائی ہے ہمیشہ سے کرتے آئے ہیں، یہ میلاد بدعت ہے، لیکن بدعتِ حسنہ ہے۔ مزید لکھتے ہیں: علامہ تاج فاکہانی کی رائے ہے کہ میلاد بدعتِ مذمومہ ہے لیکن امام سیوطی نے ان کا حرفاً

حرف آرد فرمایا ہے۔اور پہلا موقف یعنی میلاد بدعتِ حسنہ ہے، یہ درست ہے کیونکہ یہ خیرِ کثیر پر مشتمل ہے ۔لوگ جمع ہو کر ولادت مبارکہ کے ماہ میں اہتمام کرتے ہیں۔اور دعوت کرتے ہیں مختلف قسم کے صدقات کرتے ہیں اس ماہ کی راتوں میں،اور خوشی کا اظہار کرتے ہیں،اور نیکیوں میں اضافہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں،اور رسول اللہ ﷺ کے میلاد کے واقعات بیان کرتے ہیں،تو ان پر اس کے صلہ میں فضلِ عمیم کی برکات کا ظہور ہوتا ہے۔(زرقانی علی المواہب،ج۱،ص۲۶۱،۲۶۲)

علامہ ملا علی قاری حنفی

ملا علی قاری نے محافل میلاد پر جو دلائل بیان کئے،طوالت کے پیشِ نظر ان کی تلخیص لکھی جا رہی ہے:۔

(۱)ابولہب نے رسول اللہ ﷺ کی ولادت کی خوشی منائی اور ثویبہ کو آزاد کر دیا تو اس کے صلہ میں ہر پیر کے دن اس کے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے۔جیسا کہ بخاری شریف کی حدیث میں ہے۔

(۲)رسول اللہ ﷺ اپنے میلاد کے دن کی تعظیم کیا کرتے تھے اور اس نعمتِ عظمیٰ پر اللہ کا شکر ادا کیا کرتے تھے،اور اس دن کی تعظیم کے طور پر ہر پیر کے دن روزہ رکھا کرتے تھے جیسا کہ امام مسلم نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے،محفلِ میلاد کے انعقاد میں اگرچہ تعظیم کی مختلف صورت پائی جاتی ہے لیکن تعظیم کا معنی پایا جاتا ہے۔

(۳)رسول اللہ ﷺ ک ولادت کی خوشی کرنا قرآن کریم کا مطلوب ہے،اللہ تعالی کا فرمان ہے،،قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذلک فلیفرحوا،،آپ فرما دیں کے اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوشی مناؤ۔اللہ نے رحمت پر خوشی منانے کا حکم دیا ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ اللہ کی سب سے بڑی رحمت ہیں ،،وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین،،

(۴)جس زمانے میں کوئی عظیم دینی کام ہوا ہو اور وہ زمانہ لوٹ کے آئے تو اس کی تعظیم کرنی چاہیے،رسول اللہ ﷺ نے خود اس قاعدہ کو برقرار رکھا ہے کب آپ ﷺ نے یہودیوں کو عاشوراہ کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا تو اس کی وجہ معلوم کی اور جب کیا گیا کہ اس دن اللہ کا شکر ادا کرنے کے لئے روزہ رکھتے ہیں کیونکہ اللہ نے اس دن فرعون اور آلِ فرعون سے ان کو نجات دی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا تمھاری بنسبت موسی علیہ السلام کے نعمت پر شکر ادا کرنے کا حق ہم زیادہ رکھتے ہیں،آپ نے خود روزہ

رکھا اور روزہ رکھنے کا حکم بھی فرمایا۔

(۵) محفل میلاد کی یہ تمام صورت اگر چہ بدعت ہے لیکن اس کی اصل دورِ رسالت میں موجود تھی، رسول اللہ ﷺ نے خود اپنی ولادت کا بیان فرمایا، کہ میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں، میں دوذبیحوں کا بیٹا ہوں۔

(۶) محفل میلاد رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھنے کا محرک وسبب ہے، اور جو چیز کسی شرعاً مطلوب شئی کا سبب ہو تو وہ شئی بھی مطلوب ہو جاتی ہے،

(۷) محفل میلاد میں آپ کے معجزات، کمالات کا تذکرہ ہوتا ہے، سیرت کا بیان ہوتا ہے، اور ہمارے لئے آپ کی سیرت کو اپنانے کا حکم ہے،

(۸) جو صحابہ میں سے شعراء حضرات آپ کی ثنا خوانی کرتے تھے نعت پڑھتے تھے تو آپ ﷺ ان سے خوش ہو کر انعامات عطا فرماتے تھے، تو جب محفل میلاد میں آپ کے فضائل وشمائل کا بیان ہوگا اور ثنا خوانی ہوگی تو آپ اس سے خوش ہونگے، اور رسول اللہ ﷺ کی خوشنودی شرعاً مطلوب ہے۔

(۹) رسول اللہ کی سیرت کا معجزات کا بیان اپکے ساتھ ایمان اور محبت کی تکمیل وزیادتی کا موجب ہیں اور یہ مطلوبِ شرعی ہے۔

(۱۰) محفل میلاد میں اظہارِ سرور، مسلمانوں کو کھانا کھلانا اور آپ کی تعریف کرنا ہوتا ہے۔ یہ سب کام آپ کی ساتھ تعظیم کو ظاہر کرتے ہیں اور آپ کی تعظیم مطلوبِ شرعی ہے۔

(۱۱) رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کے دن کی فضیلت یہ بیان فرمائی کہ آدم علیہ السلام پیدا ہوئے،، تو جس دن رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے اس دن کی فضیلت کا کیا عالم ہوگا۔ جس جگہ کوئی نبی پیدا ہوں تو اس جگہ کی تعظیم شرعاً ضروری ہے۔ کیوں نیت اللحم کے پاس حضرت جبریل نے آپ سے کیا تھا کہ دو رکعت نماز پڑھیں اور بتایا کہ یہ وہ جگہ ہے جیاں عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی،

(۱۲) تمام علما اور تمام بلادِ اسلامیہ کے مسلمانوں نے محفل میلاد کو مستحسن قرار دیا ہے۔ حضرت عبداللہ ابنِ مسعود کی حدیث میں ہے کہ جس کام کو مسلمان اچھا جانے تو وہ کام اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے، اور جس کو مسلمان برا جانے وہ اللہ کے ہاں بھی برا ہے۔ اس کو امام احمد نے روایت کیا۔

(۱۳) محفل میلاد کے لئے جمع ہونا، نعت خوانی، صدقہ وخیرات وغیرہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم ہے، اور یہ تمام کام سنت اور محمود ہیں،

(۱۴) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے،، کلاً نقص علیک من انباء الرسل ما نثبت به فؤادک ،، ہم تمام انبیا کے واقعات آپ سے بیان کرتے ہیں جس سے ہم آپ کے دل کو استقامت پر رکھتے ہیں، اور رسول اللہ ﷺ اور دیگر تمام انبیا کے واقعات سے ہم سکون حاصل کرنے کے محتاج ہیں

(۱۵) ہر وہ چیز کہ جو دورِ رسالت میں نہ ہو تو وہ مطلق طور پر مذموم وحرام نہیں ہوتی بلکہ اس کو دلائل شرعیہ سے دیکھا جائے گا، اگر اس میں کوئی مصلحت واجبہ ہو تو وہ واجب ہوگی۔ اسی طرح مستحب، مباح، مکروہ اور حرام یہ سب بدعت کی قسمیں ہیں۔

(۱۶) جو چیز صدر اول میں اجتماعی ہیئت کے ساتھ نہ ہو لیکن افراد کے ساتھ ہو تو وہ بھی شرعاً مطلوب ہوگی کیونکہ جس کے افراد شرعاً مطلوب ہوں اس کی اجتماعی صورت بھی شرعاً مطلوب ہوگی۔

(۱۷) اگر ہر بدعت حرام ہو تو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنھما کا قرآن کریم کو جمع کرنا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تراویح کی جماعت کا اہتمام، اور تمام فائدہ دینے والے علوم کو تصنیف کرنا حرام ہو جائے گا۔ اور ہمارے پر لازم ہوگا کہ ہم تیر کمان کے ساتھ کفار سے جنگ کریں اور بندوقوں اور توپوں سے جنگ حرام ہوگی۔ اور میناروں پر اذان دینا اور سرائے ومدارس کی تعمیر، ہسپتال، یتیم خانے بنانا حرام ہو جائے گا۔ اس وجہ سے وہ نیا کام حرام ہوگا جس میں برائی ہو کیونکہ بہت سے ایسے کام ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ اور سلف صالحین میں سے کسی نے نہیں کیا، مثلاً تراویح میں ختم قرآن، ختم کی دعا ستائیسویں رات کو امامِ حرمین کا خطبہ دینا۔

(۱۸) امام شافعی نے کہا کہ جو چیز کتاب وسنت سے یا اجماع، یا اقوال صحابہ کے خلاف ہو وہ بدعت ہے۔ اور جو نیک کام ان کے مخالف نہ ہو تو وہ محمود ہے۔

(۱۹) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اچھا کام ایجاد کیا اور بعد والوں نے اس پر عمل کیا تو اس کو ان کا اجر بھی ملے گا اور ان کے اجر میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی۔

(۲۰) جس طرح حج کے افعال صفا مروہ کی دوڑ اور صالحین کی یاد تازہ کرنے کے لیئے مشروع کیے گئے

ہیں اسی طرح محفل میلاد النبی، رسول اللہ ﷺ کی یاد تازہ کرنے کے لئے مشروع ہے۔

(المورد الروی فی المولد النبوی، ص ۹ تا ۱۷)

علامہ علی بن برہان الدین حلبی

فرماتے ہیں: مسلمانوں میں یہ عادت جاری ہے کہ جب وہ رسول اللہ ﷺ کی ولادت مبارکہ کا ذکر سنتے ہیں تو آپ ﷺ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ان کا یہ قیام بدعت ہے لیکن بدعت حسنہ ہے، اس لئے کہ ہر بدعت مذموم نہیں ہوتی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح کی جماعت قائم کی کر کے فرمایا تھا کہ یہ اچھی بدعت ہے اور علامہ عز بن عبد السلام نے کہا ہے کہ بدعت کی پانچ اقسام ہیں۔ اور بدعت کی یہ تمام قسمیں رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں فرمایا کہ نئے کاموں سے بچو کیونکہ وہ بدعت گمراہی ہے، اور جس نے ہمارے امر (شریعت) میں ایسا کام نکالا جس کی اصل شریعت میں نہ ہو وہ مردود ہے۔ ان احادیث میں بدعت سے مراد عام معنی مراد نہیں بلکہ خاص معنی مراد ہے (بدعت کا خاص معنی بدعت سیئہ ہے) کیونکہ امام شافعی نے فرمایا ہے کہ جو چیز کتاب، سنت، اجماع، یا اقوال صحابہ کے خلاف ہو وہ بدعت گمراہی ہے، (بدعت ضلالہ) اور جو نیک کام کیا جائے اور وہ ان کے مخالف نہ ہو تو وہ بدعتِ محمودہ ہو گی، امام شافعی کے زمانہ کے مشائخ نے اس مسئلہ میں امام شافعی کی پیروی کی ہے، اور بیان کیا ہے کہ علامہ سبکی کے پاس ایک مرتبہ ان کے ہم عصر علما کی جماعت اکھٹی ہوئی اس وقت ان میں سے کسی نے رسول اللہ ﷺ کی نعت پڑھتے ہوئے علامہ صرصری کے نعتیہ اشعار پڑھے، تو ان کو سنتے ہی علامہ سبکی اور دیگر علما سبھی کھڑے ہو گئے اور اس محفل میں آپ کی محبت کا بہت اثر ہوا، علامہ سبکی کا یہ عمل قیامِ میلاد کے کرنے میں پیروی کے لئے کافی ہو۔ علامہ ابن حجر مکی نے فرمایا کہ بدعتِ حسنہ کے مستحب ہونے پر امت کا اتفاق ہے۔ اور میلاد کا عمل اور اس میں لوگوں کا شریک ہونا یہ بدعت حسنہ ہے، اسی لئے علامہ نووی کے استاد محترم امام ابو شامہ نے فرمایا کہ ہمارے زمانہ میں ہر سال ربیع الاول کے ماہ میں میلاد ہوتا ہے جس میں خوشی اور زینت کا اظہار کیا جاتا ہے اور نیکی اور بھلائی کے کام کئے جاتے ہیں۔ لوگ عبادت کرتے ہیں، لوگوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے یہ تمام کام رسول اللہ ﷺ کی محبت اور آپ ﷺ کی تعظیم کو ظاہر کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو پیدا کر کے مسلمانوں پر

جواحسان فرمایا ہے اور آپ ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنایا ہے اسکے اظہارِ تشکر پر دلالت کرتے ہیں، علامہ سخاوی نے فرمایا کہ قرونِ ثلثہ میں سلف میں سے کسی نے میلاد نہیں کیا، یہ بعد کے زمانہ میں شروع ہوا، پھر مسلمانوں کے تمام ممالک اور بڑے بڑے شہروں میں میلاد ہونے لگا، اور اس ماہ کی راتوں میں مسلمان صدقہ وخیرات کرنے لگے اور میلاد شریف کی برکت سے ان پر فضلِ عمیم ظاہر ہوتے ہیں۔ علامہ ابن جوزی نے فرمایا کہ جو لوگ میلاد شریف کرتے ہیں ان پر اس سال امن ہوتا ہے اور انہیں ان کی مرادیں ملنے کی جلد بشارات ملتی ہیں۔ (انسان العیون، ج ۱، ص ۱۲۷)

علامہ ابن عابدین شامی

علامہ ابنِ عابدین شامی لکھتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے میلاد کو سننے کے لئے جمع ہونا بڑی عظیم عبادات میں سے ہے کیونکہ اس میں رسول اللہ ﷺ پر کثرت کے ساتھ درود وسلام پڑھا جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا بار بار ذکر ہوتا ہے اور آپ ﷺ کے ذکر سے محبت، آپ کے قرب کا ذریعہ ہے، اور جلیل القدر علماء نے صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ جس سال میلاد کیا جائے اس سال امان رہتی ہے اور جو مقاصد ہوں ان میں کامیابی کی بشارت ملتی ہے جیسا کہ ابن جزری نے کہا ہے، اور اس کو علامہ حلبی نے اپنی سیرت میں نقل کیا ہے اسی طرح علامہ ابن حجر مکی نے رسالہ مولد میں اور علامہ قسطلانی نے مواہب میں ذکر کیا ہے، اور ہر وہ شخص کہ جو آپ ﷺ کی محبت میں سچا ہے اس کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ میلاد النبی کے مہینہ میں خوشی منائے اور رسول اللہ ﷺ کی ولادت مبارکہ کے لئے محفل کا انعقاد کرے کہ جس میں احادیث صحیحہ سے آپ کے میلاد کے واقعات بیان کئے جائیں، اور اللہ سے فضل کی امید کرتے ہیں کہ ایسا شخص رسول اللہ ﷺ کی شفاعت سے صالحین کے زمرے میں داخل ہوگا اور جس کے جسم میں آپ کی محبت داخل ہوگی تو اس کا جسم ان شاء اللہ تعالیٰ بوسیدہ نہیں ہوگا اور آپ کی شفاعت اسی کو حاصل ہوگی جو آپ سے محبت رکھے گا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا المرء مع من احب، جو شخص جس سے محبت کرتا ہے اسی کے ساتھ وہ رہیگا، اللہ اس شخص پر رحم فرمائے جس نے میلاد کی راتوں کو عید بنالیا، اور ان راتوں میں صرف آپ ﷺ پر درود وسلام پڑھا جائے تو یہ بھی کفائیت کرے گا۔

(شرح المولد لابن حجر، جواہر البحار، ج ۳، ص ۳۴۰)

ان تمام محدثین علماءِ کرام تصریحات کی روشنی میں بدعت کا معنی بھی معلوم ہوا کہ نیا پیدا ہونے والا کام، پھر اگر وہ کام شریعت کے ساتھ متصادم ہو، اس کی کوئی اصل نہ ہو تو اسے بدعتِ مکروہہ، محرمہ، مستقبحہ، کہیں گے، اور اگر شریعت کے ساتھ تصادم نہ ہو، اس پر دلیل شرعی موجود ہو، کوئی اصل موجود ہو تو اسے بدعتِ حسنہ کہتے ہیں۔

محافلِ میلاد کے متعلق رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ

محافلِ میلاد کے متعلق ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

یہ محفل چونکہ زمانہ فخر عالم ﷺ میں اور زمانہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین اور تابعین اور تبع تابعین اور زمانہ مجتہدین علیہ الرحمہ میں نہیں ہوئی اس کا ایجاد بعد چھ سو سال کے ایک بادشاہ نے کیا اس کو اکثر اہل تاریخ فاسق لکھتے ہیں لہذا یہ مجلس بدعت ضلالہ ہے۔

مزید آگے لکھتے ہیں: قرونِ خیر میں اسکو کسی نے نہیں کیا۔ (فتاویٰ رشیدیہ، ۲۵۵)

ایک اور میلاد کے متعلق سوال کے جواب میں لکھتے ہیں؛ عقد مجلس مولود اگرچہ اس میں کوئی امر غیر مشروع نہ ہو مگر اہتمام و تداعی اس میں بھی موجود ہے لہذا اس زمانہ میں درست نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ، ۲۵۷)

مفتی رشید احمد گنگوہی سے سوال ہو کہ،، انعقاد مجلس میلاد بدون قیام بروایت صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: انعقاد مجلس مولود ہر حال ناجائز ہے تداعی (مستحسن کام کیلئے بلانا) امر مندوب کے واسطے منع ہے

(فتاویٰ رشیدیہ ۲۷۳)

یہ دیوبند علما کا موقف ہے فتاویٰ رشیدیہ کا جنہوں نے مطالعہ کیا ہو وہ جانتے ہیں کہ کئی صفحات پر مشتمل کتاب البدعات میں میلاد کے حوالے سے بہت سے علما کے فتاوی جات بھی درج کیے گئے ہیں۔

مفتی خلیل احمد انبیٹھوی کی کتاب، براہین قاطعہ، میں بھی میلاد کے حوالے سے ایسا ہی لکھا ہے۔

مفتی خلیل احمد انبیٹھوی

مفتی خلیل انبیٹھوی میلاد کے مسئلہ میں حدوں کو پھلانگ گئے، لکھتے ہیں: یہ ہر روز کا اعادہ ولادت کا تو مثل ہنود کے کہ سانگ کنھیا کہ ولادت کا ہر سال کرتے ہیں یا مثل روافض کے کہ نقل شہادت اہل بیت ہر سال بناتے ہیں معاذ اللہ سانگ آپ کی ولادت کا ٹھہرا اور خود یہ حرکت قبیحہ قابل لوم و حرام و فسق بلکہ

لوگ اس قوم سے بڑھے کر ہوئے وہ تو تاریخ معین پر کرتے ہیں ان کے یہاں کوئی قید نہیں جب چاہے یہ خرافات فرضی بناتے ہیں۔(براہینِ قاطعہ،۱۵۲)

محترم قارئین کرام! یہ فتاویٰ ہیں دیوبند مسلک کے جید علما کے اور یہی موقف ہے تمام علماءِ دیوبند کا۔ محدثین علا فقہا کی تصریحات ہم نے پیش کیں گزشتہ صفحات میں، وہ بھی آپ کے سامنے ہیں، ان فتووں کو سامنے رکھ کر ذرا غور فرمایئے گا! اگر ہر حال یہ محافل میلاد نا جائز ہیں تو ان امت کے علماء راسخین کے متعلق کیا کہیں گے؟ کیا ان کو اس فتوے کی رو سے بدعتِ ضلالہ کا مرتکب کہیں گے۔ یہ محافل درست نہیں تو ان علما پر بھی مثل ہنود ہونے بلکہ ہنود سے بھی آگے بڑھ جانے کا فتویٰ لگائیں گے کیا؟ کیا روافض کی مثل نقل اتارنے والا کہیں گے ان جلیل القدر محدثین علما فقہا کو؟

کیا یہ محدثین علما رسول اللہ ﷺ کی ولادت کا سانگ لگاتے تھے؟

میلاد منانا، محافل میلاد کا انعقاد کرنا اگر حرکت قبیحہ ہے قابل ملامت اور حرام وفسق ہے تو کیا یہ محدثین علما فقہا حرکت قبیحہ، قابل مذمت فعل، حرام وفسق فعل کے جواز پر قرآن حدیث سے دلائل دیتے رہے؟

اگر یہ خرافاتِ فرضی ہیں تو کیا خیال ہے ان امت کے علماءِ راسخین کے متعلق؟

ان فتووں اور گمراہ کن نظریات کے پھیلانے والوں کے دامن ہوش وخرد سے خالی تھے، اور آج بھی جو ان نظریات کے قائل ہیں وہ بھی ہوش وخرد سے خالی وعاری ہیں۔ ہم دیوبندی مسلک کی محافل کا جائزہ پیش کرتے ہیں کہ میلاد وغیرہ محافل تو بدعتً، حرام، فعلِ قبیحہ، قابلِ ملامت وفسق ہوں کیونکہ ان کا وجود یا اصل دورِ رسالت وصحابہ، تابعین میں نہیں، تو ان کی محافل جو آئے دن مختلف ناموں کے ساتھ منعقد کرتے ہیں یہ کس حد تک درست ہیں یا خود اپنے ہی فتووں کی زد میں ہیں۔

دیوبندی مسلک کی محافل ان کے فتووں کے میزان پر

(۱) شہدائے اسلام واستحکامِ پاکستان کانفرنس، 6 اکتوبر بروز جمعرات، 2011ء D۔ چوک پریڈ ایونیو اسلام آباد۔ یہ جلسہ ہر سال منعقد کیا جاتا ہے، اور بڑے بڑے بینرز اور اشتہارات سے سڑکوں گلیوں کو رنگین کر دیا جاتا ہے، اور ان اشتہارات پر اعظم طارق MNA اور موجودہ دیوبندی عالم محمد احمد لدھیانوی صاحب کی تصاویر بھی لگی ہوتی ہیں۔

(۲) سیرۃ خاتم المعصومین کانفرنس، ساتویں سالانہ، مرکزی جامع مسجد صدیق اکبر عثمان ٹاؤن پشاور روڈ، نزد ای ایم ای کالج اسلام آباد۔ 16 ربیع الاول 9 فروری 2012۔

(۳) مقصد میلاد رسول کانفرنس، سالانہ، 7 فروری 14, ربیع الاول، ریتلہ منڈی نزد اشاعت القرآن حضرو۔ خطاب علامہ محمد احمد لدھیانوی و دیگر علما۔

(۴) عظیم الشان عظمت مساجد کانفرنس، خصوصی خطاب، علامہ عبد الرشید صاحب دارالعلوم فاروقیہ۔ 24 جولائی۔

(۵) محفل حسن قرأت، حمد و نعت، 18 فروری 2012 بروز ہفتہ۔ خانقاہِ حسینیہ مرکزی جامع مسجد مکی جامعی عربیہ اسلامیہ حسینیہ خیابان سرسید روڈ راولپنڈی۔

(۶) مقصد آمد مصطفیٰ کانفرنس، 5 فروری اپریل 2012 ۱۲ ربیع الاول بروز اتوار، بمقام، خانقاہ بلالیہ چک جلال دین گرجا روڈ بسم اللہ آباد راولپنڈی۔ خصوصی خطاب، پیر عزیز الرحمن ہزاروی خلیفہ مولانا محمد ذکریا صاحب۔

(۷) سیرت ساقی کوثر و عظمت اہلبیت کانفرنس، بمقام جامع مسجد ختم نبوت موہڑہ چھپر چکری روڈ راولپنڈی، 8 فروری 2012۔

(۸) دوسری سالانہ، شہدائے اسلام کانفرنس، 8 جولائی بروز اتوار بمقام کوٹھہ مولوی دادخان درکالی خورد چکوال روڈ تھانہ جاتلی تحصیل گوجر خان۔ زیر صدارت علامہ عبد العزیز خطیب لال مسجد اسلام آباد۔

(۹) سیرت امام المجاہدین کانفرنس، جامعہ خالد بن ولید، گولڑہ موڑ، 1 مارچ 2012، بروز جمعرات۔ پیر عزیز الرحمن ہزاروی، قاضی مشتاق احمد صاحب شیخ الحدیث، علامہ عبد العزیز خطیب لال مسجد و دیگر علما۔

(۱۰) شہدائے لال مسجد کانفرنس، 6 جولائی 2008، بروز اتوار، لال مسجد اسلام آباد۔

یہ دیوبند مسلک کی چند محافل و جلسوں کے اشتہارات کو آپ کے سامنے پیش کیا، ورنہ ہر ایک بندہ اچھی طرح جانتا ہے کہ اس مسلک کے فرزند آئے دن کتنی محافل کرتے ہیں جا بجا اشتہارات لگے دکھائی دیتے ہیں۔ محرم کے مہینہ میں یکم محرم کو سیدنا عمر بن خطاب کے نام کی محافل اور جلوس، پھر جمادی الثانی میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے نام پر کانفرنسز، ذوالحج میں یوم عثمان غنی رضی اللہ عنہ، اور آپ کے نام پر جلسے، رجب

کے ماہ میں معراج کے حوالے سے جلسے، شیخ الہند سیمینارز، مفتی محمود سیمینارز، قاضی حسین احمد کی سالانہ مقررہ تاریخ میں برسی، علامہ اعظم طارق کی سالانہ برسی مقررہ تاریخ میں، یعنی کہ ہر ماہ میں کسی نہ کسی شخصیت کے حوالے سے دن اور تاریخ مقرر کر کے جلسوں کا سلسلہ لگا رہتا ہے۔

قارئین کرام: آپ نے مفتی رشید احمد اور مفتی خلیل احمد انبیٹھوی صاحب کے فتووں کو پڑھا، سوال یہ ہے کہ میلاد کی محافل اور دیگر اہلسنت کی محافل بدعت ہیں ان کا دور رسالت، دور صحابہ اور تابعین یعنی خیر القرون میں کوئی وجود نہیں تھا، تو کیا ان دیوبند مسلک کی محافل اور جلسوں کا خیر القرون میں کوئی ثبوت ملتا ہے کہ صحابہ نے کی ہوں، یا تابعین نے کی ہوں، پھر یہ کہ ایسے اشتہارات بھی بدعت ہوئے کیونکہ صحابہ تابعین نے ایسے جلسوں کے لئے اشتہارات نہیں بنوائے۔ دن بھی مقرر کرتے ہیں یہ لوگ لیکن کیا صحابہ اور تابعین سے ایسے جلسوں کے لئے دن مقرر کرنا ثابت کر سکتے ہیں؟ نہیں تو ان کی محافل اور جلسے سب بدعت ہیں۔ لوگوں کو اکھٹا کرنا جس کو تداعی کہتے ہیں یہ اہلسنت کی محافل و جلسوں کے لئے ہو تو بدعت، لیکن دیوبند مسلک والوں کی ہوں تو تداعی کے بدعت ہونے کا فتویٰ رستے کی رکاوٹ نہیں بنتا۔ اپنے حق میں سب جائز ہو جاتا ہے۔ کبھی اپنے ہی فتووں کے مطابق دن مقرر کرنے بجائے اشتہار بازی کے بغیر لاکھوں اور ہزاروں سینکڑوں کے عوام کو جمع کر کے دکھائیں۔ لیکن ایسا ہرگز نہیں ہوگا کیونکہ ان کا جواب ہوگا اور ضرور ہوگا کہ لوگ بغیر اعلانات اور اشتہارات کے کیسے آئیں گے، خبر ہوگی نہیں تو لوگ بھی نہیں آئیں گے۔ بہر حال دیوبند مسلک کے علما کے فتووں کی بنیاد پر ان کی محافل بدعت ضلالہ، فعلِ قبیحہ، قابل ملامت و مذمت، اور حرام و فسق ہی ثابت ہو رہی ہیں۔

حاجی امداد اللہ مہاجر کی اکابرینِ دیوبند، علامہ قاسم نانوتوی، مفتی رشید احمد گنگوہی، علامہ اشرف علی تھانوی کے پیر و مرشد ہیں۔ ان کا نظریہ میلاد کے متعلق بیان کرنا ضروری ہے کیونکہ حاجی صاحب ان علمائے دیوبند کے پیر و مرشد ہیں اور پیر و مرشد کسی کو اس لئے بناتے ہیں کہ وہ روحانی اصلاح کریں، عمل میں بد نیتی کے کھوٹ کو دور کریں، اور خود بھی پابند شریعت ہوں بدعتی نہ ہوں کیونکہ بدعتی کا کوئی فرض، نفل، کسی قسم کی عبادت مقبول نہیں۔ اگر پیر صاحب خود شریعت سے بے بہرہ ہوں پابند شریعت نہ ہوں روحانی طور پر ناقص ہوں تو ایسے شخص کی بیعت جائز نہیں۔ یقیناً علامہ نانوتوی، مفتی رشید احمد، علامہ اشرف علی

کے نزدیک حاجی صاحب قابل بیعت تھے تبھی ان کے ہاتھ مبارک پر بیعت کی۔اب حاجی صاحب کا نظریہ ملاحظہ فرمائیں۔

حاجی امداداللہ مہاجر مکی کا نظریہ

مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولود میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف ولذت پاتا ہوں۔(فیصلہ ہفت مسئلہ،کلیات امدادیہ،۸۰)

متشدد علما کو حاجی صاحب کی تنبیہ

فرمایا،ہمارے علما مولد شریف میں بہت تنازع کرتے ہیں تاہم علما جواز کی طرف بھی گئے ہیں جب جواز کی صورت موجود ہے پھر کیوں ایسا تشدد کرتے ہیں اور ہمارے واسطے اتباع حرمین کافی ہے (امدادالمشتاق،۵۵،۵۶)

حاجی صاحب محفل میلاد میں شریک ہوتے تھے اور انعقاد بھی کیا کرتے تھے۔اگر یہ ہندوؤں کی طرح ایک سانگ تھا،یا روافض کے ساتھ شباہت،یا امرِ حرام و کروہ،یا فسق یا قابل ملامت،فعلِ قبیحہ تھا تو پیرو مرشد اس میں شریک نہ ہوتے اور نہ ہی محفل میلاد کا انعقاد کرتے۔

اگر یہ علمائے دیوبند کے فتوے حق ہیں تو ان کے فتووں کے تیروں کے نشانہ پر ان کے روحانی رہبر حاجی امداداللہ مکی صاحب بھی ہیں فقط اہلسنت ہی نہیں۔

مفتی محمد شفیع دیوبندی کا نظریہ اور دیوبندی جلسے جلوس

کہیں قوم کے بڑے آدمی کی پیدائش یا موت یا تخت نشینی کا دن منایا جاتا ہے اور کہیں کسی خاص ملک یا شہر کی فتح اور کسی عظیم تاریخی واقعہ کا جس کا حاصل اشخاص کی عزت افزائی کے سوا کچھ نہیں،اسلام اشخاص پرستی کا قائل نہیں،اس نے تمام رسوم جاہلیت اور شخصی یادگاروں کو چھوڑ کر اصول اور مقاصد کی یادگاریں قائم کرنے کا اصول بنادیا۔(معارف القرآن،ج ۳،ص ۳۴)

دیوبندی حضرات یکم محرم کو حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی عظمت وشان کے حوالے سے جلسوں وجلوسوں کی باقاعدہ تاریخ مقرر کر کے اشتہارات کے ذریعہ سے پبلسٹی کرتے ہیں،ذوالحج کے ماہ میں حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی عظمت وشان کے حوالے سے جلسوں اور جلوسوں کا اہتمام

کرتے ہیں، جمادیٰ الثانی میں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عظمت وشان کے حوالے سے جلسوں وجلوسوں کا اہتمام کرتے ہیں۔ رجب کے ماہ میں حضرت مولا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی عظمت و شان کے حوالے سے جلسوں کا انعقاد کرتے ہیں۔ اور یہ بھی بارہا دیکھا گیا ہے کہ شان معاویہ وعلی کانفرنس بھی کرتے ہیں جس کے اشتہارات بھی لگائے جاتے ہیں۔

(۱) بروز اتوار، یکم اپریل 2012، اسلام آباد میں شیخ الہند سیمینار منعقد کیا گیا، جس کی باقاعدہ تشہیر کی گئی۔ یہ شیخ الہند صاحب دیوبند مسلک کے عالم اور بہت بڑے عالم علامہ محمود الحسن دیوبندی تھے جن کی یاد میں ہر سال پاکستان میں کسی نہ کسی شہر میں سیمینار کیا جاتا ہے۔ غرض کہ دیوبندی علما صحابہ کے ہی یوم نہیں مناتے بلکہ اپنے اکابرین کے بھی ایام کو عقیدت کے ساتھ مناتے ہیں۔

(۲) سپاہ صحابہ کے سربراہ ضیاء الرحمٰن فاروقی نے اعلان کیا ہے کہ یکم محرم کو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یوم شہادت منایا جائے گا، اور جلوس بھی نکالے جائیں گے

(نوائے وقت لاھور ایڈیشن، ۲۲ جون ۱۹۹۲)

(۳) سپاہ صحابہ کے زیر اہتمام گزشتہ روز ۲۲ فروری کو پورے ملک میں حق نواز جھنگوی کا یوم شہادت منایا گیا، احرار پارک جھنگ، محلہ حق نواز شہید میں تاریخی کانفرنس ہوئی، اعظم طارق کا خطاب، اور اعظم طارق نے کہا کہ ۲۱ رمضان کی نسبت کی وجہ سے یہ دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا دن ہے۔

(نوائے وقت لاہور، ۲۳ فروری ۱۹۹۵)

(۴) سپاہ صحابہ کے بانی حق نواز جھنگوی کی دوسری برسی کے موقع پر تمام ملک میں جلسے اور جلوس تقریبات ہوں گی، قائدین خطاب کریں گے۔ (نوائے وقت لاہور ۲۱ فروری ۱۹۹۲)

(۵) سنی مجلس عمل کے زیر اہتمام عشرۂ حکیم الامت منانے کا اعلان کرتے ہوئے مفتی نعیم نے کہا کہ کراچی کے تمام اضلاع میں مولانا اشرف علی تھانوی کی یاد میں مختلف پروگرام منعقد کیے جائیں گے۔

(جنگ، ۳۰ جون ۱۹۹۷، کراچی)

دیوبندی علمائے اپنے حکیم الامت کی یاد میں عشرۂ حکیم الامت منایا اور اس کی خبر اخبارات کی زینت بھی بنی، مفتی نعیم، علامہ غلام رسول، علامہ انصر محمود، علامہ محمد صدیق نے خطاب کیا۔

(جنگ ۴ جولائی، ۱۹۹۷ کراچی)

مفتی شفیع صاحب کے فرمان کے مطابق یہ اپنے اکابرین کی یاد میں تمام جلسے، کانفرنسز، سیمینارز اشخاص کی عزت افزائی کے سوا کچھ نہیں۔ جب اسلام شخصیت پرستی کا قائل نہیں تو علمائے دیوبند کے یہ شخصیت پرستی کے نظارے جو دیکھنے میں ملتے ہیں ان کو دین اسلام کا حصہ کیسے مانا جائے؟ یہاں ہم اتنا ضرور کہیں گے کہ اگر اہلسنت پر شخصیت پرستی کا اتہام ہے تو علمائے دیوبند بھی اس اتہام میں شریک ہیں بلکہ ہم سے زیادہ ان پر گناہ کا بوجھ ہے کیوں کہ ان کے فتووں اور اعمال میں تضاد ہے۔ پھر یہ کہ مفتی شفیع صاحب نے شخصیت پرستی کے نظاروں یعنی کسی بڑے کی موت اور پیدائش کی یاد منانے کو رسوم جاہلیت لکھا۔ علمائے دیوبند کے شخصیات سے متعلق پروگرامز کو مفتی شفیع دیوبندی صاحب کی قلم کے الفاظ کی زبان میں رسوم جاہلیت ہی کہا جا سکتا ہے۔ اہلسنت کے لئے تو ان کے پاس یہ سودا ہے کہ شخصیت پرستی کا قائل مت بنو، لیکن اپنے تئیں یہ لوگ شخصیت پرستی میں بھول جاتے ہیں کہ میلاد کے متعلق ان کے ناجائز و حرام مکروہ ہونے کے فتووں میں دلائل کی تلواریں ان کے جلسوں جلوسوں، سیمنارز، کانفرنسز، کے بھی بے دردی کے ساتھ تاک تاک کر ٹکڑے کر رہی ہیں۔

اب درج ذیل غیر مقلدین کے فتوے لکھے جا رہے ہیں۔

غیر مقلد نواب صدیق حسن بھوپالی کا فتویٰ

نام نہاد غیر مقلدین کے نامور عالم و محدث نواب صدیق حسن لکھتے ہیں قلت وقد احتج بهذا الحديث قوم جاهلون على جواز الاحتفال بمولد النبی ﷺ قياساً على يوم عاشوراء.

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ جاہل لوگوں نے اس حدیث کے تحت عاشوراء کے روزے پر قیاس کرتے ہوئے محفل میلاد کے جواز پر استدلال کیا ہے (مسک الوہاج، ج ا، ص ۳۸۰، ۳۷۹)

گزشتہ صفحات میں یہ بیان کر دیا گیا ہے کہ اس عاشوراء کے روزہ والی حدیث سے علامہ ملا علی قاری، علامہ جلال الدین سیوطی، علامہ ابن حجر مکی، علامہ قسطلانی نے محفل میلاد کے جواز پر استدلال کیا ہے، اگر

اہلحدیث کے عالم کا یہ کہنا کہ میلاد پر اس حدیث سے جاہلوں نے استدلال کیا ہے درست ہے، تو ان امت کے علماءِ راسخین محدثین علما، فقہا کو کیا جاہل کہا جائے گا؟

یہ تو ان کے فتووں کو سامنے رکھ کر ان کی محافل کو ان کے فتووں کی میزان پر رکھیں گے تو معلوم ہو جائے گا کہ جاہل کون ہے اور کس کا موقف درست ہے۔

غیر مقلد ثناء اللہ امرتسری کا فتویٰ

غیر مقلد نام نہاد اہلحدیث عالم ثناء اللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں: شریعت محمدیہ کا عام قانون ہے کہ جو کام دینی ہو یا بالفاظِ دیگر جس کام میں ثواب سمجھا جائے اس کی اجازت شرع شریف سے ہونی چاہیئے، اگر کوئی کام ایسا کیا جائے جس کی بابت شرع سے ثبوت نہ ہو تو اس کو بدعت کیا جاتا ہے۔ اسلام میں بدعت کا درجہ شرک سے درجہ دوم پر ہے۔ (فتویٰ ثنائیہ، ج ا، ص ۱۱۰)

آگے لکھتے ہیں: شرعی رنگ میں جو کام ہو اس میں حضور پیغمبر خدا ﷺ سے اجازت یا ثبوت ہونا چاہیئے اگر نہیں تو یہ بدعت ہے۔

آگے لکھتے ہیں: بدعت کی مذمت میں احادیث اور اقوال بکثرت آئے ہیں، جن سب کا متفقہ مضمون یہ ہے کہ بدعت کا کام بجائے ثواب کے باعث عذاب ہے، بدعتی کا کوئی کام خدا کے ہاں مقبول نہیں، (فتاویٰ ثنائیہ، ج ا، ص ۱۱۰)

آگے لکھتے ہیں: بدعت کی پہچان کیلئے آسان صورت یہ ہے کہ زمانہ رسالت یا خلافت میں اس کی تلاش کی جائے اگر ثبوت مل جائے تو سنت ہے نہیں تو بدعت ہے۔ اس امر کی تحقیق کہ ربیع الاول میں مجالس میلاد بدعت ہیں یا سنت اسی اصول سے ہو سکتی ہے۔

آگے لکھتے ہیں: یاد رکھو جس کام میں خرچ کرنے کی اجازت شرع شریف میں نہ آئی ہو اس میں خرچ کرنا اسراف اور فضول خرچی ہے، فضول خرچی کا گناہ سب کو معلوم ہے، ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین، فضول خرچی کرنے والے شیطان کے ساتھی ہیں، جب کتاب حدیث یا فقہ کی کسی معتبر کتاب میں مجالس میلاد کا ثبوت نہ ہو اس قسم کے کام اور اخراجات سب گناہ ہیں اور خدا تعالیٰ کے ہاں ناپسندیدہ ہیں۔

علامہ ثناء اللہ صاحب آگے لکھتے ہیں: چھ سو برس تک اسلام میں اس کا کہیں وجود نہ تھا، پس بانصاف

ناظرین خود ہی انصاف فرمائیں کہ چھ سو سال تک اسلام میں جس کا نام ونشان نہ ملتا ہو اس کے بدعت ہونے میں کیا شک ہے؟ (فتاویٰ ثنائیہ ج ا،ص ۱۱۷)

آگے لکھتے ہیں: ہم مجالس میلاد کو کارِ ثواب نہیں جانتے ماسلئے کہ زمانہ رسالت وخلافت میں اس کا ثبوت نہیں ملتا۔

آگے لکھتے ہیں: مولود کی مجلس ایک مذہبی کام ہے جس پر ثواب کی امید ہوتی ہے، یہ ظاہر ہے کہ کسی کام پر ثواب کا بتلانا شرع شریف کا کام ہے اس لئے کسی کام پر ثواب کی امید رکھنا جس پر شرع سریف نے ثواب نہ بتلایا ہو اس کام کو بدعت بنا دیتا ہے کیونکہ شریعت مطہرہ نے اس پر ثواب کا وعدہ نہیں کیا اسلئے ثواب سمجھ کر تو یقیناً بدعت ہے رہا محض محبت سے کرنیکی صورت یہ بھی بدعت ہے۔(فتاویٰ ثنائیہ، ج ا، ۱۱۹)

آگے لکھتے ہیں: اس فعل کے قائلین اس مجموعی کام کو شرعی مستحسن اور کارِ ثواب جانتے ہیں، قرآن مجید میں ارشاد ہے ام لهم شركائهم شرعوا لهم من الدين مالم ياذن به الله،، پ ۲۵، ع ۴،، یعنی کیا ان مشرکوں کے کچھ شریک ہیں جنہوں نے ایسے کام ان کے لئے موجب ثواب بنا دئے ہیں جن کی خدا نے اجازت نہیں دی۔ اس آیت کے تحت اہل توحید کا عقیدہ ہے کہ ہر اس کام کے لئے جس کو کار ثواب سمجھا جائے، شرعی دلیل سے ثبوت ہونا ضروری ہے، اس لئے جو کام ایسا ہو کہ قرآن میں یا حدیث میں اصلاً یا فرعاً اس پر ثواب کا وعدہ نہیں آیا، اس کو ثواب جان کر کرنا بدعت ہے، یہی ایک اصول ہے، جس کے ماتحت سنت اور بدعت میں تمیز کر سکتے ہیں۔ (فتاویٰ ثنائیہ، ج ا، ص ۱۲۳، ۱۲۲)

قارئین: یہ اہلحدیث علما کے فتوے ہیں اب ان کی آئے روز محافل وجلسے ہوتے ہیں اور مختلف ناموں کے ساتھ، ان کو اہلحدیث علما کے فتووں کی میزان پر رکھتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ان کی محافل وجلسے کس حد تک درست ہیں اور بدعت نہیں ہیں۔

اہلحدیث مسلک کی محافل انکے فتووں کی میزان پر

(۱) دفاع پاکستان کانفرنس 15 اپریل 2012، بمقام رنگ روڈ موٹر وے موڑ وے پشاور ،الداعی الی الخیر جماعۃ الدعوۃ پاکستان۔

(۲) دفاع اسلام کانفرنس 26 اپریل 2012، صادق شہید گراؤنڈ کوئٹہ، بروز جمعرات۔

(۳) دفاع اسلام کانفرنس، 16 اپریل 2012 قاعد اعظم سٹیڈیم میر پور آزاد کشمیر، جماعۃ الدعوۃ پاکستان۔

(۴) سیرۃ شافع محشر کانفرنس، 6 اکتوبر 2012، نلال گنج مارکیٹ شیخوپورہ روڈ کھیالی۔ زیر اہتمام مرکزی جمعیۃ اہلحدیث حلقہ کھیالی گوجرانوالہ

(۵) یا اللہ مدد کانفرنس، 13 ستمبر 2012 جمعرات، بمقام جامع مسجد رحمانیہ اہلحدیث قذافی پورہ حافظ آباد، من جانب مرکزی جمعیت قذافی پورہ حافظ آباد۔

(۶) رحمتوں کی برسات، رمضان کی طاق راتوں میں، 9 اگست تا 17 اگست، بمقام مرکز اہلحدیث 106 راوی روڈ لاہور۔ زیر امارت پروفیسر علامہ ساجد میر صاحب، زیر سرپرستی۔ فضیلۃ الشیخ حافظ عبد الکریم صاحب۔ اس محفل میں تمام طاق راتوں کے لئے خطیب الگ الگ اور مہمان حضرات بھی الگ الگ تھے کہ جن کے نام اشتہار پر لکھے گئے۔

(۷) سالانہ چوتھی شہدائے اسلام کانفرنس، 6 دسمبر 2013۔ بمقام جامع مسجد محمدی اہلحدیث سانی وال اڈا پاکستانی پل تحصیل دیپالپور۔ اس جلسہ میں اہلحدیث کے نامور علما شریک ہوئے ان تمام کے نام اشتہار پر لکھے گئے ہیں۔

(۸) اتحاد بین المسلمین کانفرنس، بمقام مسجد حسن بن علی، پیرا استیری 25 مارتیو 122 نمبر بلڈنگ یونان، مورخہ 18 نومبر بروز اتوار۔ خصوصی خطاب، علامہ پروفیسر ساجد میر۔

(۹) فضائل صحابہ کانفرنس، 29 نومبر بروز جمعرات۔ تیسری سالانہ۔ بمقام گھونگھٹ میرج ہال کھیالہ روڈ گوجرانوالہ، زیر صدارت علامہ محمد عارف اثری صاحب بقیۃ السلف۔

(۱۰) خلافت راشدہ واہلبیت کانفرنس 2 دسمبر 2012 بروز اتوار بمقام جامع مسجد اہلحدیث جنڈیالہ روڈ شیخوپورہ۔ اس جلسہ کے اشتہار میں اہلحدیث کے نامور علما، محققین، مناظرین، خطبا کے نام لکھے ہیں

(۱۱) 33 ویں سالانہ اہلحدیث کانفرنس، 13 اکتوبر 2012، بمقام چک نمبر 3، الف جنوبی بھاگٹانوالہ سرگودھا۔ اس جلسہ کے اشتہار میں بکثرت شہروں کے نامور اہلحدیث علما کے نام لکھے ہیں۔

(۱۲) شان اولیاء اللہ کانفرنس، 21 فروری تا 10 مارچ، اس جلسہ کے تمام پروگرام کراچی میں مختلف علاقوں کی مختلف ناموں کی مساجد میں ہو کئے جانے کا اشتہار پر لکھا گیا ہے اور تمام جلسوں میں خطبا بھی مختلف ہیں جن کے نام اشتہار میں لکھے ہیں۔

اہلحدیث مسلک کی چند محافل وجلسوں کے اشتہارات یہاں دیے گئے ہیں، ورنہ ان کے آئے روز جلسے ہوتے ہیں، جن کے لئے اشتہارات بنوائے، لگوائے جاتے ہیں، اور اہلحدیث مسلک کے علما خطبا حضرات کے ناموں کو رنگین اشتہارات کی زینت بخشی جاتی ہے اور رنگین اشتہارات کو علما کے ناموں سے زینت بخشی جاتی ہے، ان میں دن بھی مقرر کر کے تاریخ لکھی جاتی ہے اور مقرر مقام بھی اور وقت بھی لکھا جاتا ہے۔ مختلف قسم کے ناموں کے مرعوب کر دینے والے دلکش عنوانات بڑے بڑے جلی الفاظ میں لکھے جاتے ہیں، بینرز لگائے جاتے ہیں۔

سوال یہ ہے کیا قرآن میں ایسے جلسوں کا حکم دیا گیا ہے؟

کیا ایسے جلسوں کے لئے اشتہارات بنوانے، لگانے کا قرآن میں کہیں ذکر ہے؟

کیا قرآن میں ان جلسوں کے لئے دن، وقت، مقرر کرنے کا کوئی تفصیلاً نہ سہی اجمالاً ذکر ہے؟

کیا رسول اللہ ﷺ نے ایسے ناموں کے عنوانات کے رنگین اشتہارات بنوا کر، دن مقرر کر کے، وقت مقرر کر کے، کوئی جلسے کیے؟

کیا رسول اللہ ﷺ نے ایسے جلسوں کا کوئی تفصیلی حکم نہ سہی اجمالی حکم دیا ہے؟

کیا دورِ خلفائے راشدین یا صحابہ سے ان کا کوئی ثبوت ہے کہ ایسے جلسے صحابہ نے کیے ہوں؟

کیا تابعین میں سے کسی نے ایسے ہی جلسوں کا اہتمام کر کے انعقاد کیا ہو؟

اہلحدیث کے نزدیک معتبر حضرات، علامہ ابن حزم ظاہری، علامہ ابن تیمیہ، علامہ ابن قیم جوزیہ، قاضی شوکانی ہیں، کیا کہہ گئے تھے کہ ایسے جلسوں کا انعقاد کرنا؟

قارئین: علامہ نواب صدیق حسن صاحب نے لکھا کہ جاہل لوگوں نے میلاد پر عاشوراء کی حدیث سے استدلال کیا ہے،، اگر یہ درست نہیں تو ان اہلحدیث مسلک کے جلسوں پر کیا دلائل ہیں؟ قرآن، حدیث، میں کہیں ان کا ذکر نہیں، دور صحابہ و تابعین میں اس کا ثبوت نہیں، تو اب ہم نواب صدیق حسن صاحب کے الفاظ کو اہلحدیث مسلک کے جلسے کرنے والوں کے حق میں استعمال کرنے کا حق رکھتے ہیں کہ یہ بھی جاہل لوگ ہیں۔

ہم میلاد کو مستحسن اور باعث ثواب سمجھ کر مناتے ہیں کیونکہ اس میں ہمارے آقا و مولا ملجا ماوی ﷺ کی تعظیم

ہے، لیکن ثناء اللہ صاحب نے لکھا کہ جس کام کو ثواب سمجھ کر کیا جائے تو اس کی شریعت میں اجازت ہونی چاہیے اگر اجازت نہ ہو کوئی ثبوت نہ ہو وہ کام بدعت ہے بلکہ اتنا برا لکھ دیا کہ شرک کے بدعت کا درجہ ہے۔کیا ان اہلحدیث کے جلسوں کی اجازت قرآن میں دی گئی ؟ کیا رسول اللہ ﷺ نے اجازت دی، اگر دی تو کوئی صحیح مرفوع متصل غیر معارض وغیر مضطرب حدیث کا حوالہ دیں؟ اگر ایسا نہ ہو سکے تو کوئی ضعیف ترین حدیث ہی سے ان اہلحدیث جلسوں پر کوئی دلیل دکھا دیں۔ثناء اللہ صاحب کے فتوے کی رو سے کہنا پڑ رہا ہے کہ ان کے جلسے جلوس کا گناہ شرک کے بعد درجہ دوم پر ہے۔

ثناء اللہ صاحب نے لکھا کہ وہ کام ثواب سمجھ کر کیا جائے،، ان کے جلسے جب ہوتے ہیں اور بغیر کسی دلیل کے کئے جاتے ہیں قرآن حدیث عمل صحابہ سب خاموش ہیں تو ان کا یہ جلسے ثواب سمجھ کر کرنا فضول ہوا۔

ثناء اللہ صاحب نے لکھا کہ شرعی رنگ میں جو کام کیا جائے اس کی اجازت رسول اللہ ﷺ سے ہو،، اتنا معلوم ہو چکا ہے کہ اہلحدیث کے جلسوں کی اجازت رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔تو یہی کیا جائے گا کہ ان اہلحدیث کے جلسے غیر شرعی رنگ میں ہو رہے ہیں دوسرے لفظوں میں سمجھئے کہ بدعتی رنگ میں ہو رہے ہیں۔

ثناء اللہ صاحب نے لکھا کہ کہ بدعت کا کام بجائے ثواب کے عذاب کا باعث ہوتا ہے،، ان کے اپنے جلسے ان کے اپنے ہی فتووں کی لگائی ہوئی آگ میں جل رہے ہیں۔اتنے بڑے بڑے جلسے اور مرعوب کر دینے والے دلکش ناموں کے اور بے شمار پیسہ خرچ کر کے جن کا انعقاد کیا جاتا ہے وہ سب باعث عذاب بن گئے، یہ ہیں فتوے اور یہ ان کا عمل ہے، عقل سلیم رکھنے والے قارئین کے لئے فیصلہ کرنا مشکل نہیں کہ کون حق پر ہیں۔

ثناء اللہ صاحب نے لکھا کہ ،بدعتی کا کوئی کام اللہ کے ہاں مقبول نہیں،، ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ جب ان کے جلسوں کا بدعت ہونا ثابت ہے تو ان اہلحدیث کے اعمال کی بھی اللہ کے ہاں قبولیت نہیں کیوں کہ یہ بھی بدعتی ہیں۔ہم سنیوں کے اعمال تو ان کے ناقص فتووں کی زد میں ہیں ہی لیکن ان کے اعمال کا حصار تو ان کے اپنے ہی علما کے فتووں کے سیلاب میں بہہ گیا ہے۔

اہلحدیث مفتی نے لکھا کہ شریعت نے میلاد منانے پر ثواب کا وعدہ نہیں کیا اس لئے ثواب سمجھ کر کرنا

بدعت ہے،، اہلحدیث کے جلسوں پر بھی قرآن حدیث میں کہیں ثواب کا وعدہ نہیں کیا گیا، اگر ہے تو ثبوت دکھائے جائیں۔ ثناءاللہ صاحب نے لکھا کہ قرآن میں ارشاد ہے

،،ام لهم شركائهم شرعوا لهم من الدين مالم ياذن به الله،،

یعنی کیا ان مشرکوں کے کچھ شریک ہیں جنھوں نے ایسے کام ان کیلئے موجب ثواب بنادئے ہیں جن کی خدا نے اجازت نہیں۔ اس آیت کے تحت اہلحدیث کا عقیدہ ہے کہ اس کام کو ثواب کا کام جانتے ہیں جس پر شرعی دلیل ہو، اور جس پر قرآن حدیث میں اصلاً یا فرعاً ثواب کا وعدہ نہیں آیا تو ثواب سمجھ کے وہ کام کرنا بدعت ہے جس کے تحت سنت اور بدعت میں تمیز کر سکتے ہیں۔،، اس آیت کی رو سے ثناءاللہ صاحب نے نتیجہ جو نکالا وہ قارئین کے سامنے ہے کہ ان اہلحدیث کے نزدیک اہلسنت بدعتی ہیں اور اصلاً یا فرعاً کوئی ثواب کا وعدہ نہیں قرآن میں نہ حدیث میں، لیکن اسی آیت کو سامنے رکھ کر ان حضرات کے جلسوں کا تجزیہ کیا جائے تو نتیجہ یہی نکلے گا جو اہلسنت کے حق میں ان لوگوں نے نکالا کہ یہ اہلحدیث بدعتی ہیں اور اصلا، فرعا ان کے جلسوں جلوسوں پر کوئی ثواب نہیں۔ ہم نے ان کے بتائے ہوئے اصول کے مطابق ہی تمیز کی ہے۔

بدعتی کہے جانے پر ایک لطیفہ

علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: فتعظيم المولد واتخاذه موسماًدق يفعله بعض الناس ويكون له اجر عظيم لحسن قصده وتعظيمه لرسول الله ﷺ كما قدمته لک انه يحسن من بعض الناس مايستقبح من المومن المسدد،، میلاد کی تعظیم اور اسے شعار بنالینا بعض لوگوں کا علم ہے اور اس میں ان کے لئے اجر عظیم ہے کیونکہ وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کرتے اور ایک اچھے کام کا ارادہ کرتے ہیں، جیسا کہ میں نے پہلے کہا ہے کہ بعض لوگوں کے نزدیک ایک کام اچھا ہوتا ہے اور بعض مومن اسے قبیح جانتے ہیں (اقتضاء صراط مستقیم، ۴۰۶)۔

دیوبند اور اہلحدیث مسلک کے علما سے جب ہم کہتے ہیں کہ بعض کام بدعت حسنہ ہوتے ہیں اور میلاد کا عمل بھی بدعت حسنہ ہے تو وہ ہم اہلسنت کو طنزاً کہتے ہیں کہ آپ لوگ سنی نہیں بنتے بدعتی بنتے ہیں اور بدعتی بھی اچھے بدعتی کیونکہ بدعت حسنہ کا معنیٰ ہے اچھی بدعت۔ اب ہم اہلسنت علامہ ابن تیمیہ کی زبانی یہ

کہنے کا حق رکھتے ہیں کہ اگر یہ دیوبندی اور اہلحدیث علما یا عوام خود کو مومن کہتے ہیں تو ان کی محافل ان کے فتووں کی زد میں آ کر بدعت سیئہ میں داخل ہو جاتی ہیں پھر ان کو قبیح مومن (برا مومن) کہا جائے گا کیونکہ یہ بھی بدعت سیئہ یعنی قبیح کام کے مرتکبین ہیں۔

محفل میلاد کا موجد کون؟

علمائے دیوبند اور علمائے اہلحدیث کا یہ کہنا ہے کہ محفل میلاد کا موجد ایک بادشاہ تھا۔اس بادشاہ کے متعلق علمائے دیوبند اور علمائے اہلحدیث کے کیا الفاظ ہیں وہ لکھنے بھی ضروری ہیں تا کہ ان علما کا غلطی پر ہونا قارئین پر واضح ہو جائے۔

مفتی رشید احمد گنگوہی نے جو لکھا وہ مفتوی آپ پڑھ چکے،اس میں لکھا ہے کہ محفل میلاد ایجاد کرنے والا ایک بادشاہ تھا اس کو اکثر اہل تاریخ فاسق لکھتے ہیں،، یہ مفتی رشید گنگوہی کا بیان ہے۔وہ بادشاہ ابو سعید مظفر ہیں اور ان کے بارے میں اہل تاریخ نے کیا لکھا وہ بھی حقیقت سامنے آجائے گی مفتی رشید گنگوہی کا بیان درست نہیں۔

اہلحدیث عالم علامہ ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں؛ علامہ سیوطی ،علامہ ابن جوزی وغیرہ کی تالیفات کے مطالعہ کرنے سے پوری تحقیق ہو جاتی ہے کہ مجلس مولد النبی کا موجد اور مخترع ایک مسرف بادشاہ تھا (فتاوی ثنائیہ، ج ا، ص ۱۲۰)۔۔

(ا) علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں: بزرگ اور نیک بادشاہوں اور فیاض سرداروں میں سے ایک بادشاہ ابو سعید مظفر تھے، وہ ماہ ربیع الاول میں میلاد کا انعقاد کرتے تھے،اور بہت عظیم محفل منعقد کرتے ،اس کے ساتھ ساتھ وہ بہت سمجھدار، بہادر، مدبر، متقی، عادل ،اور علم دین تھے۔شیخ ابو الخطاب ابن وحیہ نے میلاد شریف کے موضوع پر، التنویر فی مولد البشیر النذیر،، نامی کتاب لکھی، جس پر انہوں نے شیخ صاحب کو ایک ہزار دینار انعام میں دئے۔ان کی حکومت کافی عرصہ تک قائم رہی، عکا کا محاصرہ کرتے ہوئے انتقال ہوا ان کا۔ان کی سیرت اور حکومت بہت عمدہ رہی، جو لوگ بادشاہ مظفر کی محفل میں شریک رہے ان کا کہنا ہے کہ اس محفل میں پانچ ہزار بھنی ہوئی بسریاں ہوتی تھیں، دس ہزار مرغیاں اور ایک لاکھ پنیر کے ٹکڑے، تیس ہزار مٹھائی کی ڈلیاں،اور ان کی محفل میلاد میں بہت بڑے بڑے علما، صوفیاء شریک ہوتے۔ہر علاقہ اور

ہر قسم کے مہمانوں کیلئے ابومظفر سعید ان تمام کھانوں کا اہتمام کرتے تھے۔وہ ہر قسم کی عبادات میں صدقہ کرتے اور دیگر خیرات بھی کرتے تھے۔حرمین شریفین کی عبادات پر بہت خرچ کرتے تھے،اور میلاد شریف کی محفل پر ہر سال تین لاکھ دینار خرچ کرتے،اور مہمان خانہ پر ہر سال ایک لاکھ دینار خرچ کرتے تھے۔حرمین شریفین اور حجاز مقدس میں پانی کے انتظام پر تیس ہزار دینار خرچ کرتے تھے۔اللہ تعالٰی ابومظفر سعید پر رحمت نازل فرمائے جو صدقات وہ خفیہ طور پر کرتے تھے وہ تو اس کے علاوہ ہیں،ان کی وفات اربل کے قلعہ میں ہوئی،انہوں نے وصیت کی تھی کہ مکہ میں انہیں دفن کیا جائے لیکن وہ پوری نہ کی جا سکی۔اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جوار میں انہیں دفن کیا گیا۔

(البدایہ والنہایہ،ج ۱۳،ص ۱۳۷،۱۳۶)

(طوالت کے پیش نظر عربی عبارات لکھنے سے گریز کیا گیا ہے)

(۲)علامہ شمس الدین ذہبی نے تفصیل کے ساتھ بادشاہ ابوسعید مظفر کے محفل میلاد کے اہتمام کو لکھا ہے۔اور ابومظفر سعید کو درج ذیل الفاظ سے یاد کیا ہے،،وکان متواضعاً،خیراً،سنیاً،یحب الفقهاء،والمحدثین ۔یعنی وہ بادشاہ منکسر مزاج،نیک،سنی اور فقراء اور محدثین سے محبت کرنے والا تھا۔(سیر اعلام النبلاء،ج ۱۶،ص ۲۷۴)

علامہ ابن کثیر اور علامہ ذہبی کے بیان کی روشنی میں واضح ہوا کہ بادشاہ ابوسعید مظفر ایک متقی اور دین دار باعمل شخص تھے،اور وہ صرف محفل میلاد منعقد کرتے تھے،نہ کہ محافل میلاد کے موجد تھے۔جن حضرات نے ابوسعید مظفر کو فاسق ومسرف لکھا ہے ان کے نزدیک علامہ ابن کثیر اور علامہ ذہبی کی بہت قدر ہے،سو انہیں چاہئے تھا کہ ان محدثین کی عبارات کا اچھی طرح مطالعہ کرتے اور میلاد کے متعلق فتوے لکھتے وقت کم از کم اس بادشاہ کو محافل میلاد منانے کے صلہ میں مسرف اور موجد وفاسق نہ لکھتے۔

اگر یہ کہا جائے کہ ابومظفر سعید نے ہی محفل میلاد ایجاد کی (جیسا کہ علامہ سیوطی نے،،صفحہ ۲۰۰ حسن المقصد،الحاوی للفتاوٰی،میں لکھا) تو بھی ابوسعید مظفر پر بدعت ضلالہ واسراف واختراع کا اتہام درست نہیں،کیونکہ علامہ سیوطی نے میلاد منانے کے دلائل دیتے ہوئے بادشاہ ابوسعید مظفر کے عمل میلاد کو بیان کیا کہ اس بادشاہ کے عمل پر شیخ ابوخطاب بن دحیہ نے ایک کتاب لکھی،،التنویر فی مولد البشیر

النذیر، تو ابو سعید مظفر نے ان کو ایک ہزار دینار ہدیہ و تحفہ پیش کیا۔ اور علامہ سیوطی نے بھی اس بادشاہ کو سمجھدار، عالم، عادل، بہادر وغیرہ لکھا ہے۔

امام ابو شامہ نے اربل میں منائے جانے والے میلاد النبی کے متعلق لکھا، **ومن احسن ما ابتدع فی زماننا من هذاالقبیل ما کان یفعل بمدینة اربل** ،، کہ ہمارے زمانے میں اربل شہر میں جو بدعت شروع کی گئی ہے (میلاد منانا) یہ بدعت حسنہ ہے۔ **مثل هذا الحسن یندب الیه و یشکر فاعله و یثنیٰ علیه** ۔ اور یہ فعل مستحب ہے اس کے کرنے والے کی تعریف کی جائے اور اس کا شکریہ ادا کیا جائے۔ (سبل الهدیٰ، ج ا، ص ۳۶۵، ۳۶۴)

ان محدثین کے بیانات سے واضح ہو گیا کہ یہ عمل ابو سعید مظفر نے ایجاد کیا یا جس نے بھی، سو یہ درست عمل ہے ورنہ یہ محدثین ضرور محفل میلاد کے انعقاد کو دلائل شرعیہ سے ثابت نہ ہونے پر بدعت ضلالہ و محرمہ و فسق و قابل مذمت فعل لکھتے۔ میلاد منانے کی ابتداء کہاں سے ہوئی اور کس نے کی، اس پر تاریخ خاموش ہے۔ جب تاریخ خاموش ہے تو ایک بادشاہ کے میلاد منانے پر اس کے متعلق حقائق سے ہٹ کر اس کے خلاف لکھنا علمی خیانت ہے۔

اتنا حوالہ ایک بزرگ عالم کا ملتا ہے کہ انہوں نے اربل شہر میں اس کا انعقاد کیا۔ امام ابو شامہ لکھتے ہیں، **و کان اول من فعل ذلک بالموصل الشیخ عمر بن محمد الملا احد الصالحین المشهورین، وبه اقتدیٰ فی ذلک صاحب اربل وغیره رحمهم الله تعالیٰ** ،، سب سے پہلے موصل شہر میں اس فعل (میلاد منانا) کے کرنے والے شیخ عمر بن محمد ہیں جن کا شمار مشہور صالحین میں ہوتا ہے۔ اور عمل میلاد میں شاہ اربل ابو مظفر سعید نے ان کی پیروی کی۔

(الباعث علیٰ انکار البدع والحوادث، ۲۴)

اہل اسلام کا ہمیشہ سے میلاد منانے پر محدثین کے بیانات

علامہ ابن جوزی کا بیان:

لازال اهل الحرمین الشریفین والمصر والیمن وسائر بلاد العرب من المشرق والمغرب یحتفلون بمجلس مولد النبی ﷺ ۔

ترجمہ: ہمیشہ سے اہل حرمین شریفین واہل مصرو یمن وشام اور تمام عرب کے شہروں کے لوگ مشرق تا مغرب، محافل میلاد کا انعقاد کرتے آرہے ہیں (بیان میلاد نبوی، ۵۸)

علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی کا بیان:

ولایزال اھل الاسلام یحتلفون بشھر مولدہ ﷺ ویعملون الولائم ویتصدقون فی لیالہ بانواع الصدقات ویظھرون السرور.

ترجمہ: اور اہل اسلام ہمیشہ سے میلاد النبی کے ماہ میں محافل کا انعقاد کرتے، اس ماہ کی راتوں میں مختلف قسم کے صدقات کرتے آئے ہیں اور خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ (ما ثبت بالسنہ فی ایام السنہ، ٦٠)

علامہ قسطلانی شارح بخاری: نے بھی علامہ ابن جوزی کا بیان نقل کیا ہے (مواہب لدنیہ، ج۱، ص۱۴۸)

علامہ ابوعبداللہ محمد الزرقانی کا بیان

:استمرا ھل الاسلام بعد قرون الثلاثۃ التی شھد المصطفیٰ بخیریتھا ،فھوبدعت ،وفی انھا حسنۃ.

ترجمہ: جن تین زمانوں کو رسول اللہ ﷺ نے خیر القرون فرمایا ہے ان کے بعد سے ہمیشہ اہل اسلام میلاد النبی کا انعقاد کرتے آرہے ہیں، یہ بدعت ہے لیکن بدعت کی اقسام میں سے بدعت حسنہ ہے (زرقانی علی المواہب، ج۱، ص۲٦۱)۔

اولوالامر کی اطاعت کا قرآنی حکم

امام حاکم روایت کرتے ہیں: عن جابر بن عبداللہ ،اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم، قال: اولی الفقہ والخیر ،اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اپنے میں سے اولوالامر کی اطاعت کرو۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اولوالامر سے مراد اہل فقہ اور اہل خیر ہیں۔

(مستدرک، رقم الحدیث۴۲۲)

امام حاکم ہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم، یعنی اھل الفقہ والدین، اھل طاعۃ اللہ الذین یعلمون الناس معالی دینھم ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر، فاوجب اللہ طاعتھم. اس ایت میں

اولوالامر سے مراد اہل فقہ والدین، اللہ کے وہ فرمانبردار جو لوگوں کو ضروریات دین کی تعلیم دیتے ہیں انہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں، پس ان کی اطاعت اللہ نے واجب کی ہے۔

(مستدرک، رقم الحدیث، ۴۲۳)

ان تفسیری اقوال سے ظاہر ہوا کہ اللہ نے کن لوگوں کو اولوالامر فرمایا اور ان کی اطاعت کو بھی لازم قرار دیا۔گذشتہ عنوان کے تحت جن علما محدثین کے اسماء اور ان کی میلاد کے متعلق تصریحات لکھی گئیں وہ تمام علما اہل فقہ و اہل خیر ہی ہیں۔تمام امت ان علماء کی علمی شان وفقاہت کو تسلیم کرتی ہے۔ان علماء میں خیر کے سوا کچھ نہیں۔کیا ہے کوئی ایسا جو ان علما کی حدیث دانی، فقاہت کی مخالفت کرے؟ کیا ہے کوئی جو امت کے ان جلیل القدر محدثین علما، فقہا کو اہل خیر، اہل فقہ تسلیم نہ کرے؟ جب یہ علما محدثین میلاد شریف کو بدعت حسنہ لکھ کر ذریعہ برکات بیان کر رہے ہیں تو ان اہل خیر، اہل فقہ کی کیوں مخالفت کی جاتی ہے اور میلاد کو ان علما کی تحقیقات سے روگردانی کرتے ہوئے بدعت سیئہ، حرام، مکروہ کیوں لکھا اور کہا جاتا ہے؟ صاف ظاہر ہے کہ اہلسنت اولوالامر کے نقش قدم پر ہیں اور جو مخالفین ہیں وہ اولوالامر کی اطاعت کے قرآنی حکم کے قائل نہیں۔اور نہ ان علما محدثین فقہا کو اہل خیر اور اہل فقہ تسلیم کرتے ہیں اگر کرتے تو ان کی اطاعت میں ضرور میلاد کے بدعت حسنہ اور ذریعہ برکات وخیرات کے قائل ہوتے۔

مفتی محمد شفیع دیوبندی صاحب فرماتے ہیں: اولوالامر لغت میں ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جن کے ہاتھ میں کسی چیز کا نظام، انتظام ہو، اسلئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، مجاہد، حسن بصری مفسرین قرآن نے اولی الامر کے مصداق علماء فقہا کو قرار دیا ہے کہ وہ رسول کریم ﷺ کے نائب ہیں، اور نظامِ دین ان کے ہاتھ میں ہے۔(معارف القرآن، ج ۲، ص ۴۵۰)

کچھ آگے مزید لکھتے ہیں: آیت مذکور میں اولوالامر کی اطاعت سے علما اور حکام دونوں کی اطاعت مراد ہے اس آیت کی رو سے فقہی تحقیقات میں فقہا کی اطاعت اور انتظامی امور میں حکام وامراء کی اطاعت واجب ہوگی۔اور آگے لکھتے ہیں کہ علما کی اطاعت اللہ کے احکام کہ ہی اطاعت ہے۔اور آگے یہی مفتی مذکور لکھتے ہیں: جس طرح منصوصاتِ قرآن میں قرآن کا اتباع، اور منصوصاتِ رسول میں رسول کا اتباع لازم و واجب ہے۔اور اسی طرح غیر منصوص فقہی چیزوں میں فقہا کا اور انتظامی امور میں حکام

امراء کا اتباع واجب ہے یہی مفہوم ہے اطاعتِ اولوالامر کا(معارف القرآن،ج۲،ص۴۵۲)
مفتی شفیع صاحب کا حوالہ دینے کا مقصد یہ ہے کہ قارئین پر یہ واضح ہو جائے کہ جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ فقط میرے دل کی آواز نہیں بلکہ مفتی دیوبند بھی یہی فرما گئے ہیں کہ اہل فقہ علماء کی غیر منصوص مسائل میں تحقیقات کا اتباع واجب ہے اور دین کا نظام ان علما فقہا کے ہاتھ میں ہے۔لہذا دیوبندی مکتبۂ فکر عوام وخواص پر بھی لازم ہے کہ میلاد کے متعلق ان علما، محدثین کی تحقیق کے یہ بدعتِ حسنہ ہے اس کو قبول کریں اور دین کے نظام کو اپنے ہاتھوں میں نہ لیتے ہوئے میلاد منانے کو بدعت سیہ، مکروہہ، محرمہ، فعلِ قبیحہ نہ کہیں۔اور اس فعل کو ذریعہ برکات جانیں۔

میلاد کے متعلق اہل اسلام کی تحسین اور عنداللہ قبولیت

امام حاکم روایت کرتے ہیں:عن عبدالله قال،ماراٰی مسلمون حسناً فھو عندالله حسن ومارای المسلمون سیئاً فھو عند الله سیئی ،،فرمایا کہ جس کو مسلمان اچھا جانے وہ اللہ کے نزدیک بھی حسن ہے اور جس کو مسلمان برا جانے وہ اللہ کے نزدیک بھی برا ہے

(مستدرک،رقم الحدیث،۴۴۶۵)

جمہور علما اور اہل اسلام میلاد کے استحباب واستحسان اور اس کے ذریعۂ برکات ہونے کے قائل ہیں اور قرونِ ثلثہ کے بعد سے ہمیشہ میلاد مناتے آئے ہیں جیسا کہ گزشتہ صفحات میں بیان کیا جا چکا ہے۔تو یقیناً جزماً اہل اسلام کا میلاد منانے کو اچھا جاننا اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔

مقاصد میلاد اور اصلاح احوال

جب میلاد شریف کا موقع آتا ہے تو ہم مسلمان رسول اللہ ﷺ کے عقیدت ومحبت کا اظہار کرنے کے لئے بہت اہتمام کے ساتھ اپنا روپیہ پیسہ محافل میلاد اور جلوسِ میلاد کے لئے خرچ کرتے ہیں۔راستوں کو رنگین سجاوٹوں کے سامان سے سجا دیتے ہیں۔میلاد شریف کے تبرک میں خوب روپیہ لگا دیتے ہیں۔اور میلاد کے اہتمام میں یہ نہیں دیکھتے کہ ہمیں کوئی مشکل درپیش ہے یا مالی حالات ناسازگار ہیں۔تمام درپیش مصائب اور تکالیف کو برداشت کر جاتے ہیں۔
لیکن کیا کبھی غور کیا کہ رسول اللہ ﷺ کہ جنہوں نے دین کے لئے کتنے مصائب وآلام وتکالیف کو جھیلا؟

کیا طائف میں کفار کے ہاتھوں لگنے والے پتھروں سے رسول اللہ ﷺ کے جسم اقدس سے بہنے والے خون کو ہم نے بھلا دیا؟ کیا بیت اللہ میں نماز کے دوران رسول اللہ ﷺ پر کفار مکہ کی طرف سے پھینکی جانے والی اوجھڑیوں کی غلاظت کو بھلا دیا؟ کیا رسول اللہ ﷺ کے رستے میں بچھائے جانے والے کانٹوں کی اذیت کو بھلا دیا؟ کیا شعب ابی طالب کی گھاٹیوں میں کفار کی طرف سے بائیکاٹ کئے جانے کی ناپاک حرکت کو بھلا دیا؟

ہم کہاں تک رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کو اپنائے ہوئے ہیں؟ کیا مساجد کو عالیشان بنا کر ہم مسلمانوں نے ہی نہیں ویران کیا ہوا ہے؟ کیا دولت کے انبار لگا کر دولت ذخیرہ کر کے معاشرے میں غربت کو نہیں بڑھایا؟ کیا دولت کم ہونے کے ڈر سے زکوٰۃ اور عشر ادا کر کے مستحقین کو ان کا حصہ دیا؟ دین کی تبلیغ کے لئے کتنا خرچ کیا اور کتنا اپنے نفس کی تسکین کے لئے حلت و حرمت کا خیال نہ کرتے ہوئے خرچ کیا؟ نعرے لگائے جاتے ہیں کہ غلامی رسول میں موت بھی قبول ہے لیکن غلامی رسول میں سر پر سنت کے مطابق ٹوپی یا عمامہ رکھنا قبول نہیں۔ غلامی رسول میں جھوٹ سے کنارہ کرنا گوارا نہیں۔ غیبتوں کی غلاظت سے آلودہ کئے ہوئے ہمارے اپنے ماحول، کیا یہ غلامی رسول ہے؟ بات بات پر ماں بہن بیٹی یعنی عورت کو ہی گالیوں کے نشانہ پر رکھا جاتا ہے، کیا یہ غلامی رسول ہے؟ سوچنا چاہیئے کہ رسول اللہ بھی ایک عورت کے لختِ جگر ہیں آپ کی بیٹیاں بھی ہیں۔

شان و شوکت کے ساتھ میلاد منانا لیکن اپنے ہی معاشرے کو قران اور سنت کے آئین یعنی نظام مصطفیٰ کو اپنی ذات اور اپنے اسلامی جمہوریہ ملک پاکستان میں نافذ کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اپنی اسلامی تہذیب کو کفار کی تہذیب کی دو دھاری تلوار سے ہی مجروح کیا ہوا ہے۔ رسم و رواج میں بددیانت ثابت کیا ہے خود کو اور دعوے کرتے ہیں غلامی رسول کے۔ ہمارے کتنے معاملات ہیں غور کریں تو ہر معاملے میں شیطان کے آگے مغلوب نظر آتے ہیں، قول فعل میں تضاد ہماری دو رنگی چالوں کو ظاہر کرتا ہے۔

کپڑوں کے پہننے میں تعلیم یہ دی گئی کہ کھلے کپڑے ہوں اور باریک نہ ہوں لیکن مردوں کے کپڑے تو رہے عورتوں کے کپڑے دیکھ کہ حیا آتی ہے کہ جس ننگی عورت کو رسول اللہ ﷺ نے کپڑوں کا ڈھنگ سکھایا، آج وہ کپڑے پہن کے بھی ننگی نظر آتی ہے، باریک کپڑے اور جسم کے ساتھ ٹائٹ کپڑے، اور کہا جاتا

ہے کہ زمانے کے ساتھ چلنا ہے، ماحول بن گیا ہے، کیسا زمانہ اور کیا ماحول؟ اپنی بنائی ہوئی غلاظتوں میں ہی خود کو ملوث کر کے گندا کرنا اور گندا بننا عادت بن چکی ہے۔ فیشن کو مسلمانوں نے سنت کو ترک کر کے ترجیح دی ہوئی ہے اور اس سنت کی ڈھٹائی کے ساتھ مخالفت کو ثقافت کا نام دیا ہوا ہے۔ لاحول ولاقوۃ۔ یہ بے ہودہ ثقافت جہنم کا ایندھن بنائے گی اور دنیا میں ذلیل خوار کرے گی اور عزتوں کو تار تار کر دے گی۔ بے پردہ ہو کر عورتوں کا گھروں سے باہر نکلنا اور چادر چار دیواری کی حرمتوں کو پامال کر کے رسول اللہ کے لئے اذیت کا سبب بننا تو بہت عام ہو گیا ہے، لیکن کوئی بے پردہ کلمہ گو عورت اس دین کی حدود کی پامالی کو باعث عار سمجھنے کے لئے تیار بھی نظر نہیں آتی۔ بے پردگی کے دلفریب نظارے مسلمان بہن کی طرف سے اپنے مسلمان بھائیوں کو زنا کی دعوت کے کارڈ ہیں۔ غیر مسلم لوگوں کی عورتوں نے یہ بے حیائی نہیں بلکہ ہم مسلمانوں کے گھروں میں رہنے والی ہماری ہی مائیں بہنیں بیٹیاں ہیں کہ جو بن سنور کے نکلتی ہیں۔ کیا یہ غلامیٔ رسول ہے؟

دس روپے کا صابن اور پانچ روپے کہ شیمپو کے پڑیا لیں تو اس پر بھی ایک عورت کی تصویر لگی ہوتی ہے، سائن بورڈوں کو دیکھ لیں، ٹی وی پر دیکھ لیں کیا یہ مسلمان عورت خود اپنی تذلیل کر کے دین کی حرمتوں کی دھجیاں نہیں اڑا رہی؟ کیا ان عورتوں کے ماں، باپ بھائی، خاوند، بیٹے بے غیرت ہو گئے؟ غیر مردوں عورتوں کے اختلاط سے رسول اللہ نے منع کیا ہے چاہے کوئی تعلیمی ادارہ ہو یا کوئی بھی جگہ ہو۔ غلامی رسول کا نعرہ بس ایک موسمی چیز بنا دیا گیا ہے کہ جب محفل ہوئی یا جلوس تو لگا دیا، ورنہ عملاً جس کے نام کا نعرہ لگایا جا رہا ہے اس کی تعلیم سے ہمیں کوئی سروکار نہیں۔ اور ہم نے دل سے رسول اللہ ﷺ کو اپنا آقا تسلیم نہیں کیا۔

سودی کاروبار، سودی لین دین، ملاوٹ شدہ اشیاء کی خرید و فروخت، کے زہر سے اپنی زندگیاں تباہ کرنا، بیماری فروخت کر کے سلو پوائزنگ کرنا، اور آخرت کے لئے جہنم کے رستے کو ہموار کرنا جہنم میں عذاب تیار کرنا، کیا یہ غلامی رسول ہے؟

نعت خوان بن جانا لیکن حلیہ فرنگیانہ، یہودیانہ، نصرانیانہ، ہندوانہ، داڑھی مبارک کو بے دردی کے ساتھ کٹا دینا، منڈوا دینا، ننگا سر، اور نماز ایک نہ پڑھنا رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کو نہ اپنانا، کیا یہ غلامی رسول

ہے؟ ایسے نعت خوان جو رسول اللہ کی سنت کو پامال کر کے منہوں کو پالشیں لگا کر داڑھیاں کٹا منڈوا کر آتے ہیں، ان کو سٹیج پر بٹھانا اور ان رسول اللہ کی سنت کے دشمنوں سے نعت پڑھوانا ثواب نہیں بلکہ وبال ہی وبال ہے، گناہ ہے، اور جو ایسا کرتے ہیں وہ تمام رسول اللہ کی سنت کی ہتک کے ذمہ دار ہیں ایسے نعت خوان اور ایسے سٹیج بنا کر محفل کرنے والے بھی۔ یہ کوئی عشق رسول نہیں یہ تو سراسر منافقت ہے۔ بعض خطباء بھی داڑھی کٹا کر شہید کرانے کرنے کے جرم کا ارتکاب کرتے ہیں، جبکہ امت کے اکثر علماء کرام کی تصریحات، فتاویٰ موجود ہیں کہ داڑھی کٹا کر ایک مشت سے چھوٹی کرنے والا فاسق معلن ہے، اور اس کے پیچھے نماز بھی مکروہ تحریمی ہے۔ لیکن ایسے عالم وخطیب لوگوں کو مساجد میں ممبر کا شہسوار بنا دیا گیا ہے اور ایسے لوگوں کو امامت کا مصلیٰ بھی دیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی داڑھی مبارک کتنی تھی،، یہ ہر بندہ جانتا ہے کہ ایک مشت سے کم از کم نہیں تھی، ایک مشت یا اس سے کچھ بڑھ بھی جاتی تھی، لیکن ایک مشت سے کم کبھی نہیں کی، میلاد کے بیانات کیلئے بھی ایسے ظالم خطبا کو سٹیج کی زینت بنا دیا جاتا ہے۔ کیا ان خطبا کا یہ طرز عمل عشق رسول، غلامی رسول ہے؟ جو خود رسول اللہ کے عمل کے مخالف ہوں اور عشق رسول سے بے بہرہ تو وہ خطیب عوام کو کیا سکھائیں گے یا سمجھائیں گے؟ صرف میلاد کے ایام ان کے لئے ایک سیزن ہیں کہ جب موقع آیا تو پیسے چھاپ لئے۔ ورنہ دین کی بات اور رسول اللہ ﷺ کے عشق ومحبت کی بات سے پہلے اس کے تقاضوں کے مطابق خود کو پابند شریعت کرتے، پھر دین کے نام پر دولت کی تجوریاں بھر کے رکھنے کے بجائے دین کے لئے خرچ بھی کرتے۔ اس لئے ہماری عوام اور ذمہ داران کو چاہئے کہ امامت کے لئے اچھے باعمل علما کو رکھیں، اور تقاریر کے لئے بھی بے لوث خطبا کو مدعو کیا کریں۔ اور ایسے خطبا کو بھی اپنے سٹیٹس کا لحاظ کرتے ہوئے پھر شریعت کا ظاہری طور خود کو پابند کرنا لازم ہے۔

ساری ساری رات فجر کے وقت تک محفلیں جاری رہتی ہیں اکثر محافل دیر سے ختم ہوتی ہیں، تو صبح کے وقت رات بھر گلے پھاڑ پھاڑ کر،، غلامی رسول میں موت بھی قبول ہے،، یا رسول اللہ،، اور دیگر نعرے لگانے والے عاشقان رسول، نماز کے لئے مساجد کا رخ نہیں کرتے بلکہ لمبی تان کے یوں سو جاتے ہیں جیسے بخشش کے پروانے تھما دئے گئے ہوں کہ اب جو چاہے کرو کوئی پوچھ گوچھ نہیں ہوگی، کیا یہ غلامی رسول محبت رسول، عشق رسول ہے۔

اب تو باقاعدہ میلاد کے موقع پر لائٹنگ کی مقابلہ بازی ہوتی ہے، اور عوام رات بھر سڑکوں پر اس لائٹنگ کو دیکھنے کے لئے گشت کرتے رہتے ہیں اور یہ تو بہت عام ہو گیا ہے کہ بے پردہ عورتیں بھی سڑکوں پر دکھائی دیتی ہیں۔ میلاد کی محافل بھی مقابلہ بازی کے نشانہ پر ہیں اگر ایک گلی میں یا مسجد میں محفل ہوتی ہے تو دوسری گلی یا مسجد والے اس محفل کے مقابلے میں محفل منعقد کریں گے، کیا یہ مقابلہ بازیاں، یہ ریاکاریاں غلامیٔ رسول اور عشق رسول ہے؟

بڑے شہروں کی بات ہو تو درست ہے کہ مختلف جگہوں سے میلاد کے جلوس نکالے جاتے ہیں اور ہر ایک کا اختتامی مقام الگ ہوتا ہے، لیکن جہاں تک ممکن ہو سکے جلوسوں کے اکھٹے ایک جگہ جمع کئے جانے کی کوشش کرنی چاہئے، لیکن چھوٹے شہروں میں تو ایسا کرنا بہت آسان ہے کہ ایک جگہ پر تمام جلوسوں کو اکھٹا کیا جائے، لیکن ایک جگہ جلوسوں کا اکھٹے ہونے کے بجائے متفرق وجدا چلنا اور اختتامی مقامات کا الگ الگ ہونا یہ کس بات کی طرف نشاندہی کر رہا ہے؟ اتحاد اہلسنت بہت بڑی دولت ہے اور جب سب میلاد کے ماننے والے ہیں تو پھر اہلسنت میں اس ٹوٹ پھوٹ کی کیا وجہ ہے؟ کہیں قیادت کی سوچ اس افتراق اہلسنت کو اجتماع اہلسنت ہونے سے تو نہیں روک رہی؟۔

جلوس میلاد میں ناچ، اور موٹر سائیکلوں کے سلنسر اتار کر بلند آوازوں سے ادھم مچانا، تالیاں بجانا، اونچی اونچی آوازیں کسنا، چمٹے بجانا، بینڈ بجانا میلاد کے پاکیزہ جلوس میں، کیا یہ خرافات محبت رسول اور غلامیٔ رسول ہیں؟ اور جلوس کے دوران عوام تو ایک طرف جلوس کی قیادت کرنے والے بڑے بڑے علماء تک نماز سے غافل ہوئے راقم نے خود دیکھے ہیں، کیا یہ عشق رسول محبت رسول اور غلامیٔ رسول ہے؟ میلاد کے جلوس اور محافل کے لئے سجاوٹوں کا سامان لگایا جاتا ہے بہت اچھی بات ہے، لیکن مسئلہ یہ ہے کہ تعظیم رسول اللہ ﷺ میں جو کام کیا جا رہا ہے اس کی بھی تعظیم ضروری ہو جاتی ہے۔ جھنڈے جھنڈیاں، جھالریں، گلوب، پھول، وغیرہ لگائے جاتے ہیں، تو رسول اللہ ﷺ کی محبت میں خوشی کا اظہار کرتے ہوئے، اس وجہ سے ان چیزوں کو ادب سے رکھنا لگانا اور بعد میں سنبھال کے رکھنا بھی لازم ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ جلوس، جلسے ختم تو عشق رسول بھی ختم، محفل میلاد ختم تو محبت رسول میں لگائے ہوئے نعرے بھی نفسانی خواہشات کے بوجھ تلے دفن۔ جھنڈیاں اور جھنڈے، جھالریں پھول وغیرہ ٹوٹے

ہیں بکھر کے گلیوں سڑکوں پر پاؤں تلے روند جاتے ہیں، کیا یہ غلامی رسول ہے؟

ہر کھانے کی حلال چیز کا احترام لازم ہے، اور جس کھانے کو اللہ کی نذر مان لیا جائے یا، رسول اللہ ﷺ کے میلاد کا کھانا، کہ جس پر کلام اللہ شریف پڑھا جائے تو اس کا احترام اور بھی بڑھ جاتا ہے، لیکن میلاد کی محافل میں اور جلوسوں میں میلاد کے کھانوں کو اور پانی شربت وغیرہ گلیوں نالیوں میں کوڑے کے ڈھیروں پر بھی دیکھا جاتا ہے، یہ بے حرمتی اور عمداً لاپرواہیاں، کیا یہ غلامی رسول ہے؟

بیت اللہ شریف اور گنبد خضراء شریف کے ماڈل بنائے جاتے ہیں۔ اور خوب پیسہ لگایا جاتا ہے۔ اگر یہ ماڈل اصل کے ساتھ مشابہت رکھتے ہوں تو کوئی حرج نہیں، لیکن جہلاء کی طرف سے اس میں حدود سے نکل جانے کا امکان موجود ہے، اس لئے دین کا درد رکھنے والے علماء، اور دین دار حضرات سے التماس ہے کہ ان امور پر روشنی ڈالیں، اور اعتدال کا دامن تھامنے کی تبلیغ فرمائیں۔ اور مقاصد میلاد کو محفل میں موقع غنیمت جانتے ہوئے بیان فرمائیں۔

یاد رکھئے گا کہ میلاد کی محافل، جلوس میلاد یہ سب مستحبات ہیں، فرائض، واجبات اور سنن مؤکدہ و سننِ مستحبہ کا درجہ عمل میں ان سے بڑھ کر ہے تو کیوں نہ فرائض واجبات، سنن پر عمل پیرا ہو کر، حرام و مکروہات وغیرہ سے اجتناب کر کے اپنی خلوت اور جلوت کی زندگی کو، اپنے ظاہر اور باطن کو عمل رسول سے پورا کا پورا میلاد کی محفل ہی بنا لیا جائے۔

اے اللہ رحمت اللعالمین شفیع المذنبین، راحت العاشقین ﷺ کے طفیل اس تحریر کو میرے لئے باعث نجات اور میری والدہ کے لئے بلندئ درجات کا سبب بنا، اور تمام پڑھنے والوں کے لئے نافع بنا اور جن احباب نے اس کتاب کے شائع کرنے کیلئے تعاون کیا اللہ تعالیٰ ان کو اور تمام اہل اسلام کو دنیا آخرت کی بھلائیاں عطا فرما!

آمین